ہفت روزہ
لاہور
خدام الدین
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۱ ستمبر ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

حصولِ جنّت کا اسلامی راستہ

از حکیم شمس الدّین احمد قریشی۔ ٹیکسلا

خالقِ کائنات نے انبیاء علیہم السلام کی معرفت انسانوں کو ان کی تخلیق کی غرض وغایت سمجھائی۔ کہ انسان کا مقصدِ حیات خوشنودی و رضاء باری تعالےٰ ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے طریقِ کار بھی خود ہی متعیّن فرمایا۔ جس کا نام "الدّین" اور "الاسلام" ہے۔ اس کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ زمانے اور حالات کی وجہ سے شریعتوں کی تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ہوتے ہوئے یہ سلسلہ جناب سیّد الانبیاء جناب محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان الفاظ سے مکمل ہوا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔

ترجمہ۔ آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کر دی تم پہ اپنی نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام۔

ایک دوسرے مقام پر واشگاف الفاظ میں اعلان ہوا۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔

ترجمہ۔ اور جو شخص تلاش کرے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پس ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اس سے۔

اس طریق پر یعنی اسلام کے مطابق زندگی گزارنے سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوگی جس کے عوض میں دائمی راحت وسکون کا مقام "الجنّۃ" دیا جائے گا۔ جہاں انسان کی منہ مانگی مرادیں پوری ہوں گی۔ اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ ملے گا۔ جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا۔ اور کسی کان نے سُنا نہیں ہوگا۔ اور کسی کے دل میں ان کا تصوّر تک بھی نہ آیا ہوگا۔

جنّتی کون ہیں۔ قرآن مجید میں اصل جنّت کے علامات اور اوصاف کو جگہ جگہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ میں اختصار کے پیشِ نظر صرف پارہ اوّل کی ایک ہی آیت پر اکتفا کروں گا۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔

ترجمہ۔ اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ اور اچھے کام کئے۔ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔

اگر اس قسم کی تمام آیات پر غور کیا جائے تو تحصیلِ جنّت کے ذرائع میں سے دو چیزیں بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایمان۔ عملِ صالح۔ جزو اول میں تمام عقائد، ایمان باللہ والیوم الآخرۃ والملائکۃ والکتب والرسل وغیرہ ذالک شامل ہیں۔ اور جزو دوم میں نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اخلاقِ حسنہ۔ صداقت عصمت حسنِ معاملات جہاد وغیرہ شامل ہیں۔

اعمال میں صلاحیت کی شرط ہے۔ ان اوراق میں صلاحیت کی پوری تفصیل تو نہیں پیش کی جاسکتی۔ البتہ انتہائی ضروری حصّے کو عرض کر دیا جائے گا۔ جس عمل پر ختمِ نبوت کی مہر ہوگی وہ عمل دربارِ خداوندی میں قابلِ قبول ہوگا اور جس پر ختمِ نبوّت کی مہر نہ ہوئی وہ مردود ہوگا۔ یعنی جو عمل سُنّتِ مصطفویہ علیہا التسلیمات کے ماتحت ہُوا وہ ذریعہ نجات اور وسیلۂ جنت ہوگا اور جو عمل خلافِ سُنّت ہُوا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوبصورت معلوم ہو۔ وہ بدعت اور احداث فی الدین کہلائے گا۔ اور بدعتی دینِ مستقیم میں اضافے کے جرم کی وجہ سے مستحقِ جہنم ہوگا۔

ایک عجیب حماقت۔ آج کل کے بعض روشن خیال متلاشیانِ رضائے فرنگی اس پراپیگنڈے میں مشغول ہیں کہ نیک اعمال جو بھی کرے مستحقِ اجر ہوگا۔ اس میں ایمان و اسلام کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ کافر کو بھی اچھے اعمال کا بدلہ ویسے ہی ملے گا جیسے ایک پکّے مومن کو حالانکہ اعمال فرع ہیں۔ فرع کے لئے اصل و بنیاد کا ہونا امرِ ناگزیر ہے۔ جیسے شاخوں اور پتّوں کے لئے جڑ کا ہونا ناگزیر ہے۔

ایسا ہی اعمالِ حسنہ شاخ اور پتّوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شاخیں تب ہی بار آور ہوسکتی ہیں جب جڑ ہو۔ جب جڑ ہی معدوم ہو تو پھل کہاں سے حاصل ہوگا۔ ایمان بمنزلہ جڑ کے ہے۔ جڑ تو سرے سے موجود ہی نہ ہو اور توقع رکھی جا رہی ہو پھلوں کی، تو اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہو سکتی ہے۔ ایک اور مثال سے یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے گا۔

اعداد ہزاروں موجود ہیں مگر ان سب کی بنیاد اور جڑ اکائی (واحد) ہے اب اس واحد کے ساتھ صفر بڑھاتے جائیں تو تعداد بڑھتی جائیگی۔ مثلاً الف کے ساتھ ایک صفر بڑھایا تو دس بن جائیں گے۔ دو صفروں سے سو ہو جائے گا۔ تین سے ہزار۔ جس کی شکل یہ ہوگی۔ ۱۰۰۰۔ صفرے بڑھاتے جائیں عدد بڑھتا جائے گا۔ اب اگر کوئی روشن خیال کہے کہ ہمیں وہ چیز جس سے عدد کا آغاز ہوتا ہے اور جو بنیاد و جڑ ہے اس کی ضرورت نہیں۔ صرف صفروں سے کام چلائیں گے تو ظاہر ہے اگر ہزار صفر بھی ڈال دیئے جائیں تو صفرے ہی رہیں گے۔ ان سے کوئی عدد نہیں پیدا ہوگا۔ ایسا ہی خالی اعمال سوائے ایمان کے صفرے ہیں جو بیکار محض اور بے فائدہ ہیں اور ایمان کے ہوتے ہوئے چند اعمال بھی باعثِ نجات ہونگے۔

خالہ جی کا گھر نہیں۔ جنّت کوئی خالہ جی کا گھر نہیں کہ سوائے مالی، جانی اور خواہشاتِ نفسانی کی قربانی کے یوں ہی حاصل ہو جائے۔ بلکہ جنت کے راستے میں مشکلات کے پہاڑ ہیں۔ بعض لوگوں نے جنّت کو ایک کھیل بنا رکھا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی اور وہ ہماری طرف سے کفارہ ہوگئے اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے میدان کربلا میں جامِ شہادت نوش فرما کر ہمارے لئے جنّت کا راستہ آسان کر گئے۔ محرم کے عاشورہ میں پیٹ لیا اور جنّتی بن گئے۔ اور کئی ایک ہمارے خوش عقیدہ بھائی اس سے بھی ہلکا سودا کرتے ہیں۔ کہ سال میں ایک مرتبہ پاکپتن شریف کے جنّتی دروازے سے گزر جاؤ۔ تو بس جنّتی بن جاؤ گے۔ اخبارات میں آیا ہے کہ امسال جنّتی دروازے سے دو راتوں میں گزرنے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ تھی جن میں تقریباً تہائی عورتوں کی تھی۔ مسلمان خدارا سوچ! اگر تو ایک دروازے سے گزر کر جنّتی بن سکتا ہے۔ تو پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، اطاعتِ والدین، امر بالمعروف نہی عن المنکر بلکہ ساری شریعت کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو سمجھ دے تاکہ یہ اپنے مال اور ایمان کی حفاظت کر سکے۔ آمین۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۱۴ صفر المظفر سنہ ۱۳۷۶ھ - ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء | شمارہ ۱۹

مسلمان عورت کدھر؟

خواتین اسلام کی اکثریت جس طریقہ سے مذہب و ملت کی تضحیک کر رہی ہے۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں نام کی مسلمان عورت ہر رنگ اور ہر روپ میں اسلام کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ بعض اوقات اس کی یہ حالت اسے کفر و شرک کی مرتکب بنا دیتی ہے۔ یہ خدائے حقیقی کو چھوڑ کر غیر اللہ کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوتی ہے اور ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتی ہے بعض اوقات اس کی فیشن پرستی اور تقلید فرنگ ایک طرف تو اسراف کی آخری حدود پر ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کا ذوق نمائش قومی اخلاق کو سخت خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ غرضیکہ صورت حال کسی طرح صحت مند نہیں اور اپنی بہنوں کی بے راہ روی دیکھ کر ہر ذی ہوش انسان کا دل کڑھتا ہے۔

انگریز کی نوے سالہ حکومت نے مردوں کی اکثریت کو بے غیرت اور عورتوں کی اکثریت کو بے حیا بنا دیا۔ اس کا مظاہرہ آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ آج ہم اس کے ایک پہلو کی طرف قوم اور حکومت کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ خدا کرے کہ اس قومی مرض کا کچھ مداوا ہو سکے۔

یہ کوئی راز نہیں کہ لاتعداد مرد اور عورتیں روزانہ پاسپورٹ حاصل کر کے امرتسر جاتے ہیں جو کچھ وہاں ہوتا ہے وہ اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ یہ واقعات صحیح ہوں یا غلط۔ لیکن جس طریقہ سے خواتین قوم کی جگ رسوائی کر رہی ہیں۔ وہ نہایت کرب آمیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں وہاں جا کر مقررہ اڈوں پر عصمت فروشی کراتی ہیں اور اس طریقہ سے ملک و ملت کے مقدس نام پر دھبہ لگاتی ہیں۔ ایسی خبریں کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ اللہ جانے ہماری قومی حمیت کو کیا ہو گیا۔ دل کے پھپھولے پھوڑنے کا بار بار فائدہ نہیں لیکن اسی مشرقی پنجاب میں جہاں جا کر ہماری قومی بہنیں داد عیش دیتی ہیں۔ آج بھی ہزاروں مغویہ مسلم خواتین ظالم ہندوؤں اور سکھوں کے قبضہ میں موجود ہیں۔ یہی کیا کم تھا کہ لاتعداد عورتیں جو ہماری قوم کی آغوش میں پل کر جوان ہوئیں آج اپنی آغوشوں میں سانپ اور بچھوؤں کی پرورش کر رہی ہیں۔ مشرقی پنجاب کا سانحہ مسلم قوم کی حمیت کو جھنجوڑنے کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کافی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سرحد کے اس پار بسنے والوں میں شاید شرم و حیا کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہی۔ ہم ان مردوں سے سوال کرتے ہیں۔ جو اپنی یا دوسری مسلمان عورتوں کو لیجاتے ہیں۔ کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اگر عورتیں کپڑا خریدنے کے لئے جاتی ہیں تو اس سے تو بہتر یہ ہے کہ وہ ننگی مر جائیں، غیروں کے ہاں کپڑا لینے نہ جائیں۔ کیا پاکستان میں کپڑا نہیں ملتا۔ کیا یہاں کپڑے کا قحط ہے؟ ہم عورتوں کی مشہور عالم انجمن اپوا سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کا نصب العین فقط مینا بازار لگانا اور فیشن پرستی میں اضافہ کرنا ہے۔ کیا آپ پر فرض عائد نہیں ہوتا کہ سرحد پر جا کر ان مسلمان بہنوں کو روکیں جو امرتسر حرامکاری کے لئے جاتی ہیں۔ اور سب سے بڑی ذمہ داری خود حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ جو قومی اخلاق کی حفاظت سے دست بردار ہے۔ کیا ہمارے لئے شرم کا مقام نہیں کہ ہمارے شہری ہندوستان سے کپڑے کی بھیک مانگیں۔ اور ان کی آمد و رفت کا نتیجہ یہ خرابیاں پیدا کرے۔ حکومت ایسا انتظام کیوں نہیں کرتی کہ یہاں امرتسر سے سستا اور عمدہ کپڑا ملے۔ اور بعض حرامکار عورتوں کے لئے امرتسر جانے کا بہانہ ہی ختم ہو جائے۔

بہرحال اس کا سد باب فوراً ضروری ہے۔ ہماری رائے میں مشرقی پنجاب کے لئے پاسپورٹ ہی بند کر دیا جائے۔ اگر حاجیوں پر پابندی لگ سکتی ہے تو امرتسر جانے والوں پر کیوں نہیں نہیں لگ سکتی۔ اگر کسی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا تو درآمدہ کپڑے پر اس قدر کسٹم لگایا جائے کہ "ہندو تجارت" میں اضافہ کرنے والوں کو ہوش آ جائے۔ عورتوں کی امرتسر تک آمد و رفت تو یکسر بند کر دینی چاہئے۔ اگر حکومت نے ایسا اقدام فی الفور نہ کیا تو مسلمان عورتوں کی آمد و رفت کے مہلک نتائج کے لئے حکومت اس دنیا میں بھی ذمہ دار ہو گی اور قیامت کے دن بھی۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

سرخ نشان

کئی دفعہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ اگر آپ کے پتہ کی چٹ پر سرخ نشان ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ مہربانی فرما کر اور بھجوا دیں یا ہمیں وی پی بھیجنے کی اجازت دیدیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خریدار حضرات سرخ نشان کو دیکھتے بھی نہیں۔ آئندہ ان کو توجہ دلانے کے لئے کچھ عرصہ چٹ کی بجائے صفحہ ۳ پر سرخ نشان لگایا جائے گا۔ تین سرخ نشان کے بعد وی پی بھیج دیا جائے گا۔ اس کے بعد وی پی وصول کرنا ان حضرات کا اخلاقی فرض ہو گا۔ اس تجویز پر عمل کرنے کے دو تین ماہ بعد ہمارا ارادہ ہے کہ انجمن اور اخبار کو مالی نقصان سے بچانے کے لئے چندہ ختم ہونے سے پہلے متعلقہ حضرات کو خط کے ذریعہ مطلع کر دیا جائے اگر وہ مزید چندہ بھجوا دیں یا ہمیں وی پی بھیجنے کی اجازت دے دیں تو فبہا ورنہ اخبار بند کر دیا جائے۔

بعض حضرات ایسے بھی ہیں، جو چندہ بھیجنے کا تحریری وعدہ کر کے چار پانچ مہینے اخبار لیتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم تقاضا کرتے کرتے اور وہ ادائیگی کا وعدہ کرتے کرتے تھک کر خاموش ہو جاتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس معاملہ میں ہمارا نہیں بلکہ ان حضرات کا نقصان ہوا۔ اللہ تعالٰے سب مسلمانوں کو اس نقصان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

اساتذہ کرام اور طلباء کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ کا یہ خالص دینی پرچہ اسکولوں اور کالجوں کے لئے منظور شدہ ہے۔

۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء

۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC/۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

اس کی سرپرستی (خریداری) منظور فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۷ صفر ۱۳۷۶ھ - ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء

کامل عقلمند فقط وُہ ہے جو قرآن مجید کا تابع ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

برادران اسلام! قرآن مجید ایک اٹل اور فیصلہ کن کتاب ہے۔ اس کے ہر اعلان میں وہ طاقت اور زور ہے کہ اس کے اعلان کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر تمام اقوام عالم کو للکارا جا سکتا ہے۔ کہ اے اقوام عالم اگر ہمّت اور جرأت ہے تو اس کے مقابلہ میں آؤ اور اپنی صداقت اور فوقیت کو ثابت کر دکھاؤ۔ ورنہ اس اعلان شاہنشاہی کے سامنے سر جھکا دو۔ اور گھٹنے ٹیک دو اور منہ سے اقرار کرو۔ کہ اے شاہنشاہِ حقیقی تیرا فرمان سچّا۔ اور ہم جھوٹے۔ ہم واقعی گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔ تو نے ہمیں قرآن مجید کی روشنی دکھا کر اس گڑھے سے نکالا۔ ورنہ ہم ابد الآباد کے لئے ناقابل برداشت عذاب کے مستحق ہوکر ہلاکت کے گڑھے (دوزخ) میں ایسے گرتے کہ کبھی نکل نہ سکتے۔

آج

مَیں بفضلہ تعالےٰ قرآن مجید کی روشنی کی بناء پر جرأت سے یہ نظریہ اقوام عالم کے سامنے پیش کر سکتا ہوں کہ "کامل عقلمند فقط وہ ہے۔ جو قرآن مجید کا تابع ہے"

عقلمند اور بیوقوف

میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ عقلمند کی نگاہ دُور رس ہوتی ہے۔ اور بیوقوف کی نظر فقط فوری نفع تک محدود ہوتی ہے۔ اس غیر مآل اندیشی کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ بیوقوف تھوڑی دُور جا کر مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً چور خیال کرتا ہے کہ رات کو نقب زنی کرکے مٹھائی کے حلوائی کا مال گھر لے جاؤں گا۔ اور مع بال بچے کے خوب پلیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ اس بیوقوف کو یہ خیال نہیں آتا۔ کہ بقول شخصے شعر

خبر دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

صبح ہوتے ہی پولیس پاؤں کا نقش پہچاننے والوں کو لائے گی۔ اور نقب زنی کے مقام پر جو چور کے پاؤں کا نقش تھا۔ وہ دیکھ کر پچاس میل کے فاصلہ پر پہنچ کر بھی اس چور کو پکڑ لیں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ دوسرے دن چور پکڑا جائے گا۔ ہتھکڑی لگا کر دوسری رات حوالات میں داخل کر دیا جائے گا۔

ایک لحاظ سے عقلمند

چور ایک لحاظ سے تو عقلمند نکلا کہ باوجودیکہ مالک دُکان پر سویا ہُوا تھا اُسے پتہ ہی نہیں چلا کہ دکان میں نقب لگائی جا رہی ہے اور مال لُوٹا جا رہا ہے۔ دُکان لُوٹی گئی اور دکاندار کے کان میں بھنک بھی نہ پڑی مگر کیا اس چور کو کوئی عقلمند کہیگا جس عقلمندی کی سزا ذلت۔ رسوائی۔ بربادی اور تباہی ہو۔

انسانی زندگی کے دو دور

دُنیا میں بسنے والی تمام وہ قومیں جو اپنے آپ کو آسمانی مذہب کی حامل کہتی ہیں وہ سب انسانی زندگی کے دو دوروں کی قائل ہیں۔ دُنیا کی بڑی بڑی مذہبی قومیں چار ہیں۔ یہود۔ نصاریٰ۔ ہنود اور مسلمان چاروں کا عقیدہ ہے کہ انسان کی زندگی کا ایک دور مرنے سے پہلے کا ہے۔ اور دوسرا مرنے کے بعد آنے والا ہے۔ عربی زبان میں پہلے دور کا نام دُنیا اور دوسرے کا آخرت ہے۔

کامل عقلمند وہ اِنسان ہے

جو دُنیا کی زندگی کا دَور ایسے طریقہ سے بسر کرے۔ کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی دُکھ نہ اُٹھائے۔ بلکہ ہر طرح کا آرام پائے۔ اور احمق اور بیوقوف وہ انسان ہے جو دُنیا کی زندگی کا دَور ایسے طریقہ سے بسر کرے۔ کہ آخرت برباد ہو جائے۔ دنیا میں عیش و عشرت اور شان و شوکت سے زندگی بسر کرے اور آخرت کی زندگی میں جہنّم رسید کر دیا جائے۔

دونوں قسموں کا ذکر

پہلی

(مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵

(ترجمہ۔ جو کوئی دُنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سر دست دُنیا میں اسے بھی جس قدر چاہتے ہیں۔ دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنّم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔

دُوسری

(وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝)

سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵

(ترجمہ۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے۔ اور وہ مومن بھی ہے۔ تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔

یہ عقلمند لوگ ہیں۔ جنھوں نے دُنیا میں ایسی زندگی بسر کی کہ مرنے کے بعد والی زندگی بھی سنور گئی۔

عقلمند انسانوں کی زندگی کا پروگرام

(اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○ سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ - بیشک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں - وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں - اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں - اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا - تو سب عیبوں سے پاک ہے - ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا - اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا - سو تو نے اسے رسوا کیا - اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا - اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا - جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ - سو ہم ایمان لے آئے - اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے - اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے - اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے - اے رب ہمارے اور ہمیں دے - جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر - بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا -

بارگاہ الٰہی میں عقلمندوں کے اوصاف

(۱) آسمانوں اور زمین میں غور کرنا (۲) غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا کہ دنیا میں کوئی چیز فضول اور بے فائدہ اور بے کار نہیں ہے (۳) لہٰذا انسان کی پیدائش بھی فضول اور بے فائدہ نہیں ہے (۴) اے اللہ بحیثیت انسان ہونے کے ہم سے اپنے فرائض اور حقوق کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے جس کی پاداش میں جیلخانہ الٰہی (دوزخ) میں بھیجا جائے (۵) اے اللہ جسے آپ نے دوزخ میں بھیجا - اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کوئی ذلت نہیں ہے (۶) اے اللہ تیرے پکڑے ہوئے ظالموں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا (۷) اے اللہ ہم نے تیری طرف سے ایک منادی کو تجھ پر ایمان لانے کے لئے پکارتے ہوئے سنا - تو ہم فوراً ایمان لے آئے (۸) اے اللہ ہمارے پچھلے گناہ معاف فرما - اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے (۹) اے اللہ ہمیں اپنے نیک بندوں کی سی موت نصیب فرما (۱۰) اے اللہ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے جو وعدے تو نے کئے تھے - وہ نعمتیں ہمیں عطا فرما (۱۱) اور ہمیں قیامت کے دن ذلیل نہ کرنا -

ہر چیز کی شناخت

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی شناخت کا مدار اس کی ظاہری شکل و شباہت پر رکھا ہے - مثلاً دھاتوں میں سونا - چاندی - تانبا - پیتل - ایلومینیم وغیرہ یا مثلاً سبزیوں میں مولی - گاجر - شلغم وغیرہ دالوں میں چنا - مونگ مسور وغیرہ حیوانات میں بھیڑ بکری - گائے بھینس وغیرہ علیٰ ہذا القیاس انسانوں میں بھی انسانی صفات کے لحاظ سے نیک و بد یا مقبول و مردود یا عقلمند اور بیوقوف کی پہچان کی جا سکتی ہے - نیکی - قبولیت بارگاہ الٰہی اور عقلمندی کے اوصاف جس انسان میں پائے جائیں گے - وہی نیک - مقبول بارگاہ الٰہی اور عقلمند ہوگا - خواہ وہ غریب ہو یا امیر گدا ہو یا بادشاہ - اور اگر ان اوصاف سے متصف نہیں ہے تو وہ بیوقوف اور احمق ہوگا خواہ غریب ہو یا امیر - وزیر ہو یا بادشاہ -

اپنی بیوقوفی کا اقرار

جو لوگ دنیا کی زندگی کے عیش و عشرت ہی کو زندگی کا نصب العین بنا کر زندگی بسر کر رہے ہیں - اور ہادی کی آواز پر لبیک نہیں کہتے - بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی دنیا اور آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے جو دستور العمل بن کر آسمان سے آیا ہے اس کی تابعداری کرنی اپنی کسر شان خیال کرتے ہیں - قیامت کے دن اپنی بیوقوفی کا خود اقرار کریں گے -

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ○

سورہ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸

ترجمہ: اور جن کا پلہ (نیکیوں کا) ہلکا ہوگا تو وہی یہ لوگ ہونگے - جنہوں نے اپنا نقصان کیا - ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہونگے - ان کے منہوں کو آگ جھلس دیگی - اور وہ اس میں بدشکل والے ہونگے - کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں - پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے - کہیں گے - اے ہمارے رب ہم پہ ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے -

معاشی عقل کی عمومیت

برادران اسلام - دنیا کی زندگی کے متعلقہ اسباب کو تلاش کرنا - مہیا ہونے کے بعد استعمال میں لانا - نر اور مادہ کا جفت ہونا - بچے جننا - ان کی تربیت کرنا - یہ کام تو پرند - چرند - حتیٰ کہ درندے بھی کرتے ہیں - کیا کتے اور بلے مذکورالصدر پروگرام پر عامل نہیں ہیں - دنیا کی زندگی بسر کرنے کی یہ عقل تو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو عطا فرمائی ہے - اے انسان اگر تم نے اتنا ہی پروگرام بنا لیا - تو تم نے انسانیت کی کونسی خصوصیت کا مظاہرہ کیا

وہ کتھرے تم ستھرے

یہ میں مانتا ہوں کہ باقی حیوانات کتھرے ہیں اور تم ستھرے ہو - اس کے سوا اور کیا فرق ہے - مثلاً گائے - بھینس - سرسوں کے پتے کچے زمین پر ڈال کر کھا جاتے ہیں - اور تم نے پہلے (۱) انہیں دھویا (۲) پتوں کو مٹی ریتے سے صاف کیا (۳) موٹے موٹے ڈنٹھل پھینک دیئے - فقط نرم نرم پتے چن لئے - (۴) پتوں کو درانتی سے ٹکڑے ٹکڑے کیا (۵) ہانڈی میں ڈال کر پکایا - (۶) نمک - مرچ اور گھی ڈالا (۷) چینی کی پلیٹ میں ڈال کر کھایا - بہرحال کھائے تو سرسوں ہی کے پتے - لہٰذا تمہاری اتنی تعریف کی جا سکتی ہے کہ باقی حیوانات کتھرے ہیں اور تم ستھرے حیوان ہو -

انسانیت کی خصوصیت

آیئے ہم آپ کو اسلام میں انسانیت کا خصوصی اور امتیازی نمونہ دکھائیں (۱) ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر آواز دی کہ حی علی الصلوٰۃ - حی علی الفلاح - اللہ کی عبادت کے لئے آ جاؤ - اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے آ جاؤ - بس آواز سنتے ہی اس طرح پر دوڑے جس طرح شمع پر پروانہ آتا ہے - اور مسجد میں آکر سب جمع ہو گئے - (۲) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے اور اس کے غضب اور اس کے عذاب سے بچنے کی درخواست کرنے کے لئے ایک کو رئیس الوفد بنایا جاتا ہے - وہ وفد سے آگے بڑھ کر سب کی طرف سے حمد و ثنا

اس کے بعد صحیح راستہ پر چلنے کی درخواست حضور الٰہی میں پیش کرتا ہے۔ جب وہ درخواست ختم کرتا ہے۔ تو سب آمین کہہ کر اس کی تائید کر دیتے ہیں (۳) پھر کسی وقت ہاتھ جوڑ کر اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور کسی وقت سر جھکا کر اس کی عظمت کے گن گا رہے ہیں۔ اور کسی وقت اس کے حضور میں سربسجود ہو کر اپنی ذلت اور اُس کی عزت کا اظہار کر رہے ہیں۔ انسانیت کا مابہ الامتیاز یہ چیزیں ہیں۔ یہ چیزیں حیوانات میں نہیں ہیں۔

اگر یہ چیزیں نہ پائی جائیں

جس شخص میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں۔ اس کو انسان کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ جو چیز میٹھی نہیں اسے کھانڈ کیسے کہا جا سکتا ہے جس میں ترشی نہ ہو۔ بلکہ مٹھاس ہو۔ اسے لیمو کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جو اُڑتا نہیں اسے پرندہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس جس شخص میں انسانیت کے لوازمات پائے نہ جائیں۔ اسے انسان کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جو شخص غیر مآل اندیش ہو اسے عقلمند کیسے کہا جا سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

وما علینا الا البلاغ۔

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۷ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو ارشاداتِ گرامی فرمائے وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں

محاسبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے محاسبہ یعنی اپنا حساب خود لینا۔

صوفیاء کرام فرمایا کرتے ہیں۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ (ترجمہ۔ اپنا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے) اس کا اشارہ قرآن مجید میں ہی ملتا ہے۔ غالباً صوفیائے کرام نے وہیں سے یہ لیا ہے۔ سورہ المؤمنون رکوع ۶ پ ۱۸ میں آتا ہے۔ اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ

ترجمہ: (میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے)

وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو دل سے مانتے ہیں۔ اور فَاغْفِرْ لَنَا اپنے گناہوں کو سامنے رکھ کر ہی کہہ رہے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ پہلے انہوں نے اپنے اعمال کا محاسبہ کیا اور اس کے بعد اپنے گناہوں کی معافی کے لئے درخواست کی۔

ایک اور جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں جہاد کے لئے جاتے ہیں۔ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں۔ میدان جہاد میں پہنچے ہوئے ہیں۔ جب فتح میں دیر اور جہاد میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے فتح نہیں ہو رہی۔ اس غلطی کو معاف فرما دے۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھیو۔ یعنی ہمارے قدم ڈگمگانے نہ پائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنا محاسبہ کئے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مجاہدین کے حالات یوں بیان فرمائے گئے ہیں۔ وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ج فَمَا وَھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَمَا کَانَ قَوْلَھُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

(سورہ آل عمران رکوع ۱۵ پ ۴)

ترجمہ: اور کتنی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لڑے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے پر نہ ہارے ہیں اور نہ سست ہوئے ہیں۔ اور نہ وہ دبے ہیں۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور انہوں نے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا۔ کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور جو ہمارے کام میں ہم سے زیادتی ہوئی ہے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافروں کی قوم پر ہمیں مدد دے۔

اللہ والے جب تکلیف آتی ہے تو اُسے اپنے گناہوں کی پاداش سمجھتے ہیں۔ اسرافنا میں اسراف کے معنی ہیں تجاوز عن الحد۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ اِقْرَاْ کِتٰبَکَ ط کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ط

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵)

(ترجمہ۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے)

یہ قیامت کے دن محاسبہ کرانے والوں

سے ارشاد ہوگا - اگر یہاں محاسبہ کیا ہوتا تو قیامت کے دن ذلت نہ ہوتی - اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے اپنا محاسبہ کرنے کی استعداد اور قابلیت رکھی ہے - صوفیاء کرام نے اللہ تعالےٰ کے کلام پاک سے ہی لے کر ہم کو تلقین فرمائی ہے - حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا -

مَیں نے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں دیکھا کہ وہ حضرات نماز فجر کے بعد اشراق تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے - اشراق پڑھ کر مسجد سے نکلتے تھے - پھر نماز عصر کے بعد مغرب تک بیٹھتے تھے - ہمارے خاندان قادریہ میں یہ نشست اس لئے ہوتی تھی کہ رات کے اعمال کا محاسبہ نماز فجر کے بعد کر لیا جائے - اور دن کے اعمال کا محاسبہ سورج کے غروب ہونے کے وقت تک کر لیا جائے - تاکہ روپیہ حساب بیباق ہوتا رہے - نیکی ہو تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا جائے - اور اگر گناہ ہو تو اللہ تعالےٰ سے معافی مانگی جائے -

میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس پروگرام پر عمل نہیں کر سکتا - درس کی خاطر نماز فجر کے بعد مجھے دس پندرہ منٹ سونا پڑتا ہے - اگر نہ سوؤں تو درس میں نیند آنے لگے -

اُوْصِیْ نَفْسِیْ اَوَّلًا وَاِیَّاکُمْ بَعْدَہٗ -

پہلے اپنے نفس سے اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ جانچا کیجئے - درس مجلس ذکر اور جمعہ میں آنے سے کچھ فائدہ بھی ہوا یا نہیں - سمجھدار تاجر روزانہ شام کو حساب کتاب کر کے اُٹھتے ہیں - ان کو پتہ ہوتا ہے کہ دکان میں مال کتنے کا تھا - آج بکری کتنے کی ہوئی - اگر دکان میں مختلف چیزیں ہیں تو ہر ایک کے متعلق ان کو پتہ ہوتا ہے کہ کتنی قیمت کی ہے - اور شام کو کتنی بکری ہوئی - اندھا دھند کاروبار کرنے والے تاجر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے - روحانیت میں بھی حساب کتاب کی ضرورت ہے - ادھر بھی جانچا کیجئے - کہ جب بیعت نہیں کی تھی تو کتنا وقت اپنی روحانی اصلاح کے لئے صرف کرتے تھے - اب بیعت کے بعد کتنا وقت دیتے ہیں - کچھ حاصل ہُوا - یا پہلے کی طرح باطن کے لحاظ سے اندھے ہی رہے - اسی طرح درس میں آنے سے پہلے اور بعد کی حالت کو جانچا کیجئے - قرآن میں انقلابی طاقت ہے - مجھے اللہ کے فضل سے پوری امید ہے کہ جو احباب مسلسل قرآن کا درس سنتے ہیں وہ پہلے کفر کی رسموں کو زندہ کرنے کے لئے اَڑتے اور لڑتے تھے - اب وہ کفر کی رسمیں کرنے والوں سے لڑتے ہیں - قرآن مجید پڑھا تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا رنگ چڑھا - پہلے کچھ اور تھے اب کچھ اور ہیں - اب اللہ تعالےٰ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں - پہلے غیر اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے - پہلے دل بیوی اولاد اور سازوسامان وغیرہ کے ساتھ وابستہ تھا - خدا راضی رہے یا نہ رہے - خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت رہے یا نہ رہے - بیوی اور اولاد راضی ہو جائے - کسی کا دل بیوی - کسی کا اولاد میں اٹکا ہُوا تھا - یہ کنڈی شیطان نے پھنسا رکھی تھی - بعض کو جائداد اور بعض کو روپیہ پیارا ہوتا ہے - ان بیماریوں کے مریض موجود ہیں -

اب خدا کے سوا کوئی مطلوب محبوب اور مقصود نہیں رہا - نباہ سب کے ساتھ کرتے ہیں - مگر دل صرف اللہ تعالےٰ کے ساتھ وابستہ ہے - جیسے کسی نے کہا ہے ؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریا است خشک پر برخاست

اللہ تعالےٰ کے پاک نام میں بے شمار برکتیں ہیں - ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ سے وابستہ ہوتا جاتا ہے - اور ماسوا اللہ سے کٹتا جاتا ہے - اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں -

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ الآیۃ

(سورۃ المجادلہ رکوع ۳ پ ۲۸)

(ترجمہ - آپ ایسی کوئی قوم نہ پائینگے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں - جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں - گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں - یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے)

اللہ تعالےٰ کا نام لینے سے یہ درجہ نصیب ہوتا ہے - اس لئے مَیں پہلے اپنے نفس سے اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا - حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالےٰ کی طرف بالشت بھر آتا ہے تو وہ اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے - اگر یہ ہاتھ بھر آئے تو اللہ تعالےٰ باع آتا ہے - اگر یہ چل کر آئے تو اللہ تعالےٰ دوڑ کر آتا ہے - انسان ادھر کا رُخ تو کرے اگر رُخ ہی نہ کرے تو پھر اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے - اگر کوئی رُخ تو کرے دہلی کا اور دُعا کرے کہ اے اللہ تو مجھ کو پشاور پہنچا دے - یہ کیسے ہو سکتا ہے -

اسکولوں اور کالجوں میں یہ سبق نہیں پڑھایا جاتا ہے - وہاں تو اس کی تلاش ایسی ہے جیسے کوئی کیکر کے درخت پر چڑھ کر بیر تلاش کرے - مدارس عربیہ میں بھی یہ سبق نہیں پڑھایا جاتا - یہ صوفیائے کرام کے ہاں ملتا ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس سبق کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے - اللہ تعالےٰ ہی میرے دل میں ڈال دیتے ہیں اور مَیں آپ کے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں -

مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ حلقۂ ذکر میں بیٹھنے اور میری معروضات سُننے سے کچھ تو آپ کو فائدہ ہُوا ہوگا -

اس وقت دُنیا میں قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو مندرجہ ذیل چار عنوانات پر بولتی ہے - ۱- قرآن ذوی الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے - ۲- ان کے نمبر بتلاتا ہے - ۳- حقوق کے ادا کرنے کا سلیقہ سکھلاتا ہے - ۴- اگر تعلقات بگڑ جائیں تو ان کو درست کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے -

ذوی الحقوق میں نمبر اوّل اللہ تعالےٰ کا ہے اس کے بعد والدین کا نمبر آتا ہے - مگر آج کل کتنے ہیں جو والدین کے فرمانبردار ہیں - اکثریت ان کی ہے جن کو بیوی پیاری ہے اور ماں سے نفرت ہے - ابھی پانچ چھ دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے چار بیٹے ہیں - خاوند آوارہ مزاج ہے - چاروں ہی میری خدمت نہیں کرتے - کہتے ہیں کہ تم مانگ کر کھاؤ - ان بدبختوں کو پتہ نہیں کہ ماں ایک ہی ہے - جیسے شہد پر مکھیاں آتی ہیں - اگر دولت ہے تو روز نئی بیوی مل سکتی ہے - بعض نوجوان خود داڑھی مونچھیں منڈاتے ہیں اور باپ پرانے فیشن کا ہے - داڑھی رکھی ہوئی ہے - کپڑے پھٹے ہوئے ہیں - ان کو شرم آتی ہے اس کو باپ کہتے ہوئے - یہ قرآن سے جہالت کا نتیجہ ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان باتوں کی سمجھ اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العٰلمین -

رحم اور حقوقِ قرابت

از جنابِ عبدالرشید عباسی واہ کینٹ

جنھوں نے اسلامی برادری کے وسیع مفہوم کو سمجھا اور قدم قدم پر اپنوں کے حقوق ادا کئے۔ ان کے باہمی معاملات، لین دین اور مساویانہ چلن یہ بتاتا ہے کہ وہ ایک ہی ماں کے بیٹے اور ایک ہی درخت کے بہت سے پھل تھے۔ ان کی اجتماعی مساعی نے یہ بات ثابت کر دی کہ وہ ایک ہی خاندان کے افراد تھے، وہ جانتے تھے کہ حقوق کے ادا نہ کرنے کا نام قطع رحمی ہے۔ خانگی، ملکی، ملی اور معاشی غرض کسی امر میں دو انسانوں کا باہمی اشتراک، ان کے باہمی تعلقات و معاملات حقوق محبت و اعانت کی اصلی بنیاد ہے۔ یہ اشتراک مشترکہ امور کی حد سے بڑھ کر ایک منظم بے پناہ طاقت بن کر دشمنِ انسانیت کے مقابلے میں ناقابلِ تسخیر قلعہ ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ یہ اشتراک کسی ایک ہی معاملے پر اختتام پذیر نہیں ہوتا۔ بلکہ رشتہ داری، ہم عمری، ہم درسی، ہم مذاقی۔ ہم وطنی اور ہمسائیگی وغیرہ کی مختلف صورتوں میں نمایاں ہو کر زندگی کے کسی پہلو کو بھی تاریک نہیں چھوڑتا۔ اسی لئے دینِ فطرت نے علاقۂ محبت و ہمدردی کو استوار رکھنے کی غرض سے حقوق کی نگہداشت اور اس کی ادائی کو واجب قرار دیا ہے۔ حق شناسی اور حق ادائی کے بغیر جماعتی زندگی کا بقا ممکن نہیں۔ جو شخص محبت کی اس فطری گرہ کو توڑنے کی کوشش کرے اُسے وحی محمدیؐ نے فاسق کا خطاب دیا ہے۔ وہ ذلت و ضلالت کا مستحق ہے۔ اس کا وجودِ فتنہ، از صلہ رحمی و حقوق قرابت کی خوشگوار زندگی کے لئے مضر ہے۔ حقِ قرابت کو اسلام نے جو اہمیت دی ہے۔ اس پر اگر کماحقہٗ عمل کیا جائے۔ تو یقینی طور پر زندگی کی یہ تلخیاں اور پریشانیاں غیر محسوس طور پر ختم ہو سکتی ہیں۔ داعیِ اسلام اپنی تمام محنتوں، زحمتوں، تکلیفوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا بدلہ۔ جو دعوتِ حق و تبلیغ میں ان کو پیش آئیں۔ اور اپنے اُس احسان و کرم کا جو ہدایت و تعلیم کے ذریعہ ہم پہ کیا معاوضہ مزدوری یہ طلب فرماتے ہیں کہ رشتہ داری کا حق ادا کرو۔ ان سے لطف و محبت سے پیش آؤ۔ فرمایا، اسے پیمبرؐ کہہ دو! کہ میں اس پر کوئی اجر تم سے اس کے سوا نہیں مانگتا

کہ رشتہ داری میں محبت برتو۔" صلہ رحمی اور حقوق قرابت کو اسلام میں دُنیا بھر کے تمام مذاہب کے مقابلے میں سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ صلہ رحمی کو احسان نہیں بلکہ فرض اور حق بتایا ہے۔

ارشاد فرمایا۔ "تو قرابت دار کو اس کا حق ادا کر۔" عام اسلامی حقوق و مساوات سے قطع نظر۔ آج کتنے متمول خویش و اقارب ہیں جو اپنے خاندان کے غریب و مفلوک الحال عزیزوں پر نگاہِ شفقت فرماتے ہیں؟ انہیں تو عید بقرعید کے موقعہ پر بھی ان کی خستہ تنی پر ایک نظرِ کرم، بارِ نگاہ ہے۔ جب یہ بوسیدہ حال آفت و ابتلا سے مجبور ہو کر اپنے کرم فرماؤں سے جائز حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تو انہیں جھڑک دیا جاتا ہے، مردود و لعنتی کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ انہیں مختلف ہتھکنڈوں سے غلام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جہاں وہ زمین پر بچھے ہُوئے فرش سے بھی زیادہ حقیر ہوتے ہیں۔ . . . . . اگر کسی قرابت دار سے کوئی قصور ہو جائے تو دولتمند کو یہ زیبا نہیں کہ اس کی سزا میں اپنی امداد کا ہاتھ اس سے روک لیں۔ بلکہ ایسی حالت میں تو زیادہ شفقت کی ضرورت ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ - سورہ النور رکوع ۳ پ ۱۸

ترجمہ۔ اور تم میں سے بزرگی اور کشائش والے اس بات پر قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں کو نہ دیا کریں گے۔

متعدد جگہ ایسے احکامات ملتے ہیں۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ یعنی رشتہ داروں کو اُن کا حق دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلہ رحمی سے عمر میں زیادتی اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنّت میں جانے کی ترکیب پوچھی تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی بندگی کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز پوری طرح ادا کرو۔ زکوٰۃ دو اور قرابت کا حق ادا کرو۔"

ارشاداتِ بالا کی روشنی میں اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو یقیناً خود کو اپنوں سے بہت دور پائیں گے۔ حدِ بیگانگی سے بھی آگے۔

جملہ معترضہ

اس بیگانگی میں مزید اضافہ کرنے والے وہ خود بین و خود پرست ذہن ہیں۔ جو دو دینی بھائیوں کے درمیان حقارت و نفرت کی آہنی دیوار کھڑی کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ بھی ایک اجتہاد ہے۔ جو صرف تن و توش کی اصلاح کرتا ہے! انہیں صرف ذاتی شہرت و ناموری مطلوب ہے۔ اپنی غلط تعمیر میں کسی کی تخریب ہوتی ہے تو ہُوا کرے۔ بہر حال اس تخریب و تکذیب کی وبا نے نہ صرف حقوقِ قرابت میں تفاوت پیدا کیا۔ بلکہ حقوق العباد کے تصوّر کو بھی عوام کے ذہن سے مٹایا جا رہا ہے۔ اس فطری تقاضے کی بیخ کنی کے لئے تخریب پسند عناصر نے جو حربہ استعمال کیا ہے وہ ہے عقیدہ و عقیدت کی بحث۔ جہاں تک صحیح عقیدے کی ضرورت کا تعلق ہے اس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن دورِ حاضر کے غیر علمی اور عوامی مباحثے اپنے اندر سوائے انتشار و افتراق کے اور کچھ نہیں رکھتے اور نہ ہی عقیدہ و عمل کی اصلاح کے لئے بحث کی ضرورت ہے۔

الغرض اسی قسم کی غیر ضروری باتوں اور مباحثوں نے ایک عجیب کشمکش پیدا کر دی ہے۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک ہمسایہ دوسرے پڑوسی کو اس لئے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ ہم مسلک نہیں حالانکہ وہ مسلمان ہے۔ کاش ہم ان سلف صالحین و اکابرِ دین کے وسیع اخلاق و بلند نظریات کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں جنھوں نے خُلقِ عظیم کی برکات سے غیر مسلموں کو نہ صرف رحم و کرم کی نظر سے دیکھا بلکہ وہ تمام حقوق ادا کئے۔ جو اُن کا حق تھا۔ تاریخ میں اس قسم کی سینکڑوں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ یہاں ہم ان کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جن کے ہم پیرو ہیں۔ ذرا غور تو کیجئے، کہ ایک یہودی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ جس کے گھر کے گندے پانی کی نالی امام صاحب کے صحن میں سے ہو کر باہر جاتی تھی۔ اس نالی سے غلاظت اور خس و خاشاک بہتا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے نالی اکثر بھر کر رُک جاتی تھی اور امام صاحبؒ کو از حد تکلیف ہوتی۔ آپ روزانہ اسے صاف کراتے رہتے۔ دس سال تک یہی عمل رہا۔ مگر ہمسایہ کو امام صاحبؒ کی اس تکلیف کا بالکل احساس نہ ہوا اور نہ ہی امام صاحبؒ نے بوجہ خُلق ہمسایہ سے شکایت

مُسدّس

اِصلاحِ کالج

از حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

(۴)

بسلسلہ اشاعت ، ستمبر "خدّام الدّین" لاہور

مگر سوچئے آپ مُلّا ہیں کیا شے ہیں کس ملک کس قوم کے اور ہیں کے

جو درسِ علومِ نبی کو کرے طے وہ مَیں ہوں کہ ہوں آپ مُلّا وہی ہے

بظاہر یہ توہین ہے مولوی کی

مگر ہے یہ توہین علمِ نبیؐ کی

یہ بچپن میں بچّوں کی سادہ طبیعت جمائی گئی اس میں لا مذہبیت

وہ دی دین اور دینداروں سے نفرت کہ انگریز بن نکلی مسلم کی طینت

کیا زندہ درگور روحانیت کا

نمونہ بنا جاہلی تربیت کا

پڑے حد سے زائد جو پیسوں کے خرچے کتابوں کے فیسوں کے کھیلوں کے خرچے

وہ فیشن کے کھانوں کے کپڑوں کے خرچے کلب پارٹی اور جلسوں کے خرچے

مصیبت مصیبت سے جب ہو گئے پاس

بندھی زندہ رہنے کی دُنیا میں کچھ آس

وہ تھے طالبِ علم سب پر تو حق تھا عزیزوں کو ہمدردیوں کا سبق تھا

فراغت ہوئی ہے تو اب اک قلق تھا خیالِ مکافات سے رنگ فق تھا

کہ سمجھے ہیں سب اب یہ ہونگے ملازم

تو خدمت ہماری بھی ان پر ہے لازم

رہا ڈھائی سو تین سو خرچ اپنا رہے گا اب ان سب سے بھی لینا دینا

کم از کم ملے پانچسو کا ٹھکانا تو اس وقت ہو زندگی کا پنپنا

مگر نوکری کوئی ملتی نہیں ہے

نہ کچھ مشغلہ اور کوئی کہیں ہے

پڑے کاٹنے دفتروں کے جو چکّر سُنے ملنے والوں کے فقرے برابر

کسی نے تو کی خود کشی تنگ آکر کسی نے یہ سمجھا کہ پھوٹا مقدّر

نہ پڑھتے تو مزدوریاں کر کے کھاتے

بس اب پھرتے ہیں ڈگریوں کو نچاتے

ہوس پانچسوؔ کی جو ذہنوں میں آئی ملی نوکری جب تو رشوت اُڑائی

تجارت میں ہر دھوکہ سے کی کمائی کہیں علم نے چوریوں کی سُجھائی

کبھی بھولے بن بن کے عیاریاں ہیں

کہیں جعل دھوکے ہیں مکاریاں ہیں

دغا جھوٹ گھُٹّی میں داخل ہوا ہے فریب آج فیشن میں شامل ہُوا ہے

جو ہر طُرفہ کاری کا عامل ہُوا ہے وہ تہذیب میں خوب کامل ہُوا ہے

اسی سے جرائم کا ہے آج یہ رنگ

پولیس آرہی ہے پڑھے لکھوں سے تنگ

وہ عورت کہ سرمایۂ آبرو تھی عفیفہ تھی سادی تھی اور نیک خو تھی

نہ غیروں سے اس کی کبھی گفتگو نہ بیدینیوں کی کہیں اس میں بو تھی

اسی کی اگر گود میں بچّے پلتے

تو پھر کچھ نہ کچھ وہ مسلمان نکلتے

بنے لیکن اسکول و کالج زنانے لگے اس کو بے دین بالکل بنانے

پھر آنکھوں نے دیکھے ہیں یہ بھی زمانے لگیں عورتیں سب حجابات اُٹھانے

جو مستور تھیں آج مکشوف رو ہیں

جو پاکیزہ رو تھیں وہ آوارہ خو ہیں

جو مخفی خزانہ تھی ملکہ تھی گھر کی بلا پالکی جو نہ تھی گھر سے سرکی

رسائی نہ جن تک تھی گندی نظر کی وہ آوارہ گردی میں ہے دربدر کی

کہ دفتر میں سڑکوں پہ بازار میں ہے

کھُلے مُنہ پیادہ اِک آزار میں ہے

حیا کالج آتے ہی ہوتی ہے رخصت پھر آتی ہے عُریانیوں تک کی نوبت

ہے مخلوط تعلیم آفت در آفت کہاں رہ سکے گی یہ عفت یہ عصمت

شریفوں کی رکھ دی شرافت اُڑا کے

یہ ناموسِ قومی پہ ڈالے ہیں ڈاکے

(باقی)

"اسلامیہ جمہوریہ پاکستان" کے اعلان سے دو دن پہلے

ابلیس کا خواب

از ماسٹر لال دین صاحب آخگر شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ

تعارف: مغضوبِ ازلی - راندۂ درگاہِ کبریا - سرغنۂ بانیانِ شر و فساد - نا امیدِ رحمتِ یزداں - دشمنِ آدمؑ و ابنِ آدمؑ - حاکمِ ارواحِ خبیثاں - موردِ قہرِ الٰہی شیطانِ لعنت مآب اپنے شبستانِ شاہی میں کلۂ کوہ پر محوِ استراحت ہے - خواب کی محویت اُس کی فتح و کامرانی کا پتہ دے رہی ہے - جو شخص بھی اس مردودِ خلائق کو اس بے فکری کے عالم میں دیکھتا ہے - فوراً یقین کرتا ہے کہ ایسے پُرسکون انداز میں سونے والا بلاشبہ کوئی راجہ مہاراجہ نہیں اور نہ ہی کسی محدود علاقے کا بادشاہ ہے بلکہ یہ وہ متمرّد و پُرنخوت فاتح ہے کہ انسانی آبادی کا اکثر و بیشتر حصّہ اس کے زیرِ نگیں ہے - اس مجسمۂ باطل کو اپنی سلطنت میں بغاوت کا بہت کم خطرہ ہے - کیونکہ اس کے حکّام و عمّال تمام بر اعظموں میں اپنے اپنے زیرِ تسلّط علاقوں کے انتظام کرنے میں اس کے اشاروں پہ چلتے ہیں - انسانی زندگی کے تقریباً تمام شعبے بڑی حد تک اُس کے مجوزہ پروگرام کے ماتحت ہیں لہٰذا وہ جب کبھی سوتا ہے تو خوب سرشاری کے عالم میں سوتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے تو اپنی وسیع سلطنت کو دیکھ کر اور اپنے ماتحتوں کو وفادار پاکر بڑے فخر سے مسکرا دیتا ہے -

آج مورخہ ۳ - مارچ ۱۹۵۶ء کو سرِشام ہی یہ لعین ازلی اپنے بسترِ حریری پر لیٹتے ہی سو گیا - عالمِ خواب میں اُس نے ایک منظر دیکھا - جس کی ہولناکیوں نے اُس کی رُوح کو تاریک کر دیا - سوتے سوتے بیسیوں دفعہ اُس کے چہرے کا رنگ متغیّر ہوا - اور متوحشانہ بڑبڑاہٹ نے بارہا اس کے خواب کی دہشتوں کی غمّازی کی - اُس نے جاگتے ہی تمام شیاطین کو فوراً طلب کیا - اُن کی آمد پر یہ خواب نہایت گھبرائی ہوئی آواز سے بیان کیا گیا - ہم اس خواب کو من و عن ہدیۂ قارئینِ کرام کرتے ہیں - یہ ہمارے خاص رپورٹر کی قلمبند کی ہوئی چیز ہے اُس نے یہ خواب ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کے ایک گمنام کونے میں بیٹھ کر ابلیس کی زبانی سُنا - اور یہ پاکستان کے "اسلامیہ جمہوریہ" بننے اور اعلان ہونے سے دو دن پہلے دیکھا گیا -

خواب

میرے وفا کیش ساتھیو! آج رات عالمِ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ تمام اکناف و اطراف میں ویرانی ہی ویرانی چھائی ہوئی ہے - برسوں گزر گئے ہیں کہ مَیں نے ایسا بھیانک خواب کبھی نہیں دیکھا - دیکھتا ہوں کہ مَیں ایک جنگل میں ہوں - اس جنگل کا ہر درخت میری آنکھوں میں دیو خونخوار نظر آتا تھا - بڑے بڑے مہیب درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ دیکھتے ہی دیکھتے بے برگ و بار ہو رہے تھے - اب درخت جڑوں سمیت اکھڑنے شروع ہو گئے - حالانکہ ہوا بھی نہیں چلتی تھی - زمین بعض جگہ سے نیچے دھنس رہی تھی اور بعض جگہ بڑے بڑے دراڑ اور شگاف پڑ رہے تھے - فوراً ہی دھماکوں پر دھماکوں کی آوازیں آنے لگیں - جنگل میں وحوش و طیور کو جان کے لالے پڑ گئے - پرند تڑپ تڑپ کر ہوا سے گرتے اور مر جاتے - نہایت خوفناک منظر تھا - آناً فاناً میں ستارے جھڑنے لگے - اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی چھا گئی - میرے دل کی کیفیت کا کچھ نہ پوچھئے - مَیں نیم پاگل کی طرح تھا - اتنے میں زلزلوں کے جھٹکے شروع ہوئے - مجھے یقین ہو گیا کہ قیامت بپا ہو گئی ہے - مَیں نے محسوس کیا کہ مجھے تمام احساسات اور قوتیں چھوڑ رہی ہیں - اتنے میں آسمان کی طرف سے چند ناری وجود نمودار ہوئے مجھے دیکھتے ہی انہوں نے جھک کر سلام کیا - اُن کی سانس چڑھی ہوئی تھی - اُنہوں نے مجھے فوراً بتانا شروع کیا کہ آپ کے تمام علاقوں میں تقریباً امن و آشتی کا دور دورہ ہے - خلقِ خدا آپ کے اشاروں پر چلتی ہے - مگر ایک پاکستان میں ایک باغی عنصر نے اودھم مچا رکھا ہے - کوئی محمد علی نامی اُن کا سرگروہ ہے - یہ بات سنتے ہی میرے رہے سہے ہوش بھی اُڑ گئے - قریب تھا کہ مَیں اسی حالت میں مر جاؤں مگر مجھے اپنے وہ دعوے یاد آ گئے - جو مَیں نے پروردگارِ عالم کے دربار میں بطورِ چیلنج کے پیش کئے تھے - جب آدمؑ کی دشمنی کی وجہ سے میں نے خدا کا حکم نہ مانا تو حکم ہوا - فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ط "نکل جا تجھ سے تو ذلیل و رسوا لوگوں سے ہو -" تو اس وقت میں نے قیامت تک کی زندگی کی مہلت طلب کی - جو میرے حق میں منظور ہوئی - تو میں نے اپنی زندگی کا پروگرام بلا جھجک ان الفاظ میں بیان کر دیا - لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ - ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ - وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ o (اے میرے رب مَیں تیرے سیدھے رستے پر اولادِ آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ضرور اپنی گھاتوں میں بیٹھوں گا - مَیں اُن پر آگے سے پیچھے سے اور اُن کے بائیں طرف سے اچانک حملے کرتا رہوں گا - اور مجھے پوری توقع ہے کہ تیرے شکرگزاروں کی تعداد اُن میں بہت کم ہوگی -")

مجھے یاد تھا کہ دربارِ الٰہی سے نکلتے ہوئے مَیں نے آوازِ بلند کہا تھا - فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ط "پس مجھے بھی تیری عظمت و کبریائی کی قسم! میں تمام اولادِ آدمؑ کو گمراہ کرنے کی ضرور کوشش کروں گا -" غرض ان دعاوی کی یاد نے میرے مردہ اعصاب میں زندگی کی لہر پیدا کر دی - میری غیرت جوش میں آئی اور مَیں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چند ساعت میں پاکستان پہنچا - دیکھتا کیا کہ ہر طرف ایک انتشار پھیلا ہُوا تھا اس سرزمین کے تمام شہروں اور اُن کے تمام گلی کوچوں پر مَیں نے نظریں دوڑائیں تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی - جب میں نے دیکھا کہ صرف ہمارے مقدّس اداروں کی سربفلک عمارتیں جن میں رات دن چہل پہل رہتی تھی - سنسان پڑی تھیں سنیما گھروں میں اُلّو بول رہے تھے - نہ وہاں حسینوں کا جمگھٹا تھا - نہ ہی عشّاق کی گرم نگاہی تھی، نہ سینوں کا اُبھار، نہ دلوں کی دھڑکنیں، نہ حسن فروش دوشیزگان کی جوبن بھری ادائیں، نہ مستانہ وار دل باختہ نوجوانوں کا انبوہ - لاہور کراچی اور باقی چھوٹے شہروں اور قصبوں میں چکلوں کے دروازوں پر تالے چڑھے ہوئے تھے - اور تمام دیواروں پر موٹے حروف سے لکھا ہُوا تھا کہ "اس طرف آنے والا سنگسار کیا جائے گا -" میں نے قحبہ خانوں کے اندر جھانک کر دیکھا تو مجھ پر غش کا عالم طاری ہونے کو تھا - حسینانِ عصمت فروش جنہوں نے اپنے عشوہ و ناز سے سینکڑوں اور ہزاروں پارساؤں کے دامانِ تقویٰ کو داغدار کیا تھا، مُردہ پڑی تھیں - اُن کی متعفن لاشوں سے ہر طرف بُو پھیلی ہوئی تھی - بعض جگہ چیلیں،

کوّے اور کتّے اُن کے جسموں سے گوشت نوچ رہے تھے۔ ادھر قمار خانوں میں جہاں شراب و کباب کے دور چلتے تھے۔ چند انسانوں کے سوکھے ہوئے اور اُلٹی طرح لٹکے ہوئے جسم دکھائی دیئے میں آہیں بھرتا اور سر پیٹتا ہُوا وہاں سے آگے بڑھا۔ تو میری کمر کو توڑنے والی اور امیدوں پہ پانی پھیرنے والی ایک اور صورت نظر آئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تمام شہروں اور آبادیوں میں مسجدیں نمازیوں سے بھری سے بھری پڑی تھیں اور مسلمانوں کے گھروں میں جابجا قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی۔

(مشیرانِ ابلیس اپنے آقائے نعمت کی
پریشانی میں پوری طرح شریک تھے۔
اور بڑی توجّہ سے خواب کا ایک ایک
لفظ سُن رہے تھے۔ محفل پر سکتہ کا عالم
طاری تھا)

ابلیس نے اپنی بھرّائی ہوئی آواز میں اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

میرے سپوتو! کیا کہوں۔ محمدؐ کی اُمّت نے ہمیں بہت دفعہ پریشان کیا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہماری نظریں ہمیشہ ان پر گڑھی رہیں۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک ہماری دشمنی کا دم بھرتے رہیں گے۔ خیر سُنیئے۔ بازاروں میں ریڈیو کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔ مگر ہمارے پسندیدہ فلمی گیت جو بوڑھوں کے لیئے بھی جوانی کا پیغام رکھتے تھے کہیں سُنائی نہ دیتے تھے۔

مُلّا لوگوں کی وہی دقیانوسی آوازیں قَالَ اللہ تعالیٰ اور قَالَ قَالَ رسول اللہ ہر طرف سمعہ خراشی کر رہی تھیں۔

چند بیوقوف مل کر "قومی ترانہ گانے لگے اور پھر کچھ وقفے کے بعد حکومت پاکستان کی طرف سے ایک نشریہ پیش کیا گیا۔ جس میں صنعتی اداروں۔ سکولوں، کالجوں اور باقی شعبہ ہائے حکومت کی اصلاح و ترمیم اور توسیع و ارتقا کا اعلان تھا۔ ستم بالائے ستم تمام اصلاحی اور تعمیری پروگرام تھا اور پاکستان کا بدبخت وزیر اعظم باوجود گریجوایٹ ہونے کے "ہمارے ملک کا دستور کتاب و سُنّت کی روشنی میں مرتب ہوگا" کا اعلان کر رہا تھا اور عام اور عام پبلک "وزیر اعظم زندہ باد" پاکستان پائندہ باد اور دستورِ اسلامیہ جمہوریہ زندہ باد" کے نعرے لگا رہی تھی۔

ہائے ہائے گلی کوچے مجھے کاٹے کھاتے تھے۔ دوشیزگان جن کی برکت سے ہمارے شہروں میں شام و سحر بہار لگی ہوئی ہوتی تھی۔ نہ بازاروں میں نہ ہوٹلوں پہ اور نہ ہی سیرگاہوں میں کہیں نظر آتی تھیں۔ خدا جانے اُن حُسن کی پریوں کو مکمل آزادی کے بعد پھر پابندِ حجاب بنا کر کس نے چار دیواریوں میں قید کر دیا تھا۔ ایسی حالت کو دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ خوب چیخ چیخ کر رو لوں مگر ہر چیز کا تغیّر و تبدّل میرے ڈھلکے ہوئے آنسوؤں کو حیرت میں تبدیل کر دیتا تھا۔ بازاروں۔ سکولوں اور کالجوں میں نونہالانِ پاکستان کی ہیئت بالکل دگرگوں پائی۔ لباس وضع قطع اور چال ڈھال میں بڑی حد تک سادگی پیدا ہو چکی تھی۔ نسوانی ادائیں نام کو بھی نہ تھیں میری نگاہیں کھیل کے میدانوں پر بھی پڑیں تو کرکٹ، فٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن اور ہاکی کی جگہ فوجی پریڈ ہو رہی تھی۔ میں سمجھا کہ چند احمقوں نے تعلیمی اداروں کو فوجی چھاؤنیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ مجھے اُن کی نادانی پر اس لیے افسوس تھا کہ نازک اندام لڑکوں کو بجائے اس کے کہ نسوانی اداؤں اور جنسی رغبتوں میں محو ہونے کا موقعہ ملتا۔ مخلوط تعلیم گاہوں میں حسن و شباب کی رنگ رلیوں میں دونوں صنفو (لڑکے اور لڑکیوں) کی لذّت بھری زندگی کا آغاز ہوتا اور جوان رُوحیں لطف اندوزی میں سرباز مچلتیں۔ اُن غریب لڑکوں کو مزدوروں کی طرح ہتھیار بند کیا ہُوا تھا۔ وا حسرتا! کہاں وہ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر مانگ نکالنا اور نرم و نازک بالوں کی نشیب و فراز لہریں اور کہاں کھیل کے میدانوں میں جاہل فوجیوں کی طرح

Bending Position اور *Lying Position* میں لباس کی گرد آلودگی۔ رائفل کا استعمال اور ساتھ ہی ظلم کی بات یہ تھی۔ کہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ رائفل سازی، بم سازی اور اس قسم کے باقی مہلک آلات بنانے کے پیریڈز (*Periods*) رکھے ہوئے تھے۔ یہ حکومت کی نادانی تھی جس نے طلبہ کو ایسے ہتھیاروں کا استعمال کرنے کا موقعہ دیا تھا۔ میں ہکّا بکّا تھا کہ میرے وفادار شہریوں کی زندگی کو کس نے یکسر بدل دیا۔ اتنے میں ایک طرف سے ریڈیو کی آواز آئی ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

گانے والا یہ نظم بڑی محویت سے گا رہا تھا اور سُننے والے وحشی۔ شیروں کی طرح پھر رہے تھے اس نظم کے ختم ہوتے ہی ایک اور گُوڑھ مغز بکنے لگا۔ ؎

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

میں جانتا تھا کہ پاکستان میں ایک توہم پرست شاعر گزرا ہے اور چند سرپھروں نے اُس کی گانے بجانے کے لئے یاد کر رکھی ہیں۔ مگر آج اُف صرف آج ہی مجھ پہ یہ راز کُھلا کہ اس نامراد شاعر کی ہر نظم ہماری سلطنت میں بغاوت پھیلانے کے لئے کافی ہے۔ بعض نظمیں درسِ توحید پیش کر رہی تھیں۔ بعض میں عشقِ رسولؐ کی تعلیم تھی۔ اُس کی عام نظموں کا لُبِّ لباب، جذبۂ عمل اتحادِ باہمی۔ مرکزیت، نعرۂ خودی، بلند عزائم، ان تھک مساعی، ہمّت و استقلال، یقینِ محکم، سعیِ پیہم، تعاون، خود اعتمادی اور اسی قسم کے بیشمار واہیات اور وہی پیغام ہے۔ مجھے آج یقین ہو گیا کہ یہ شخص جس کو لوگ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے۔ پکّا منافق تھا۔ دیکھنے میں رندِ بدمشرب وضع قطع میں میری وفادار رعایا کے مشابہ۔ تعلیم بھی کالج میں پائی۔ ہمارے دار الخلافہ انگلستان میں بھی رہا۔ لہٰذا میں نے جب بھی اُس کو دیکھا۔ تو یہی سمجھا کہ یہ کوئی میرا ہی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جاہل مُلّاؤں کے پاس یہ نہ جاتا تھا۔ مسجد میں حاضر ہونے کا عادی بھی نہ تھا۔ مغربی الحاد پرست اقوام کے سفیروں سے رات دن ملاقاتیں۔ مگر اس رئیس المنافقین کی کیا کہوں کہ اس کی زبانِ قلم سے جو کچھ بھی نکلا وہ قرآنی نظریات کی حمایت میں نکلا۔ میری تھپکائی ہوئی اور سُلائی ہُوئی مسلم قوم کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کرتا رہا۔

بدوی تہذیب کی تعلیم پر یوں آمادہ کرتا ہے ع

بھُولے ہُوئے آہو کو پھر سُوئے حرم لے چل

اور کبھی ؎

یارب دلِ مسلم کو پھر زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے جو رُوح کو تڑپا دے

میرے کفن چور۔ جیب تراش۔ یتیم کش اور بیوگان آزار پاکستانی مریدوں کو عجب طرح سے درسِ جہاد دے گیا ہے۔ اور پھر یہ نظمیں بڑی ہر دلعزیزی سے ہمارے ریڈیو پر الاپی آلاپی جا رہی ہیں۔ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

خیر میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں ڈاکٹر اقبال کی شکل و شباہت پر ہی بھولا رہا۔ حقیقت میں یہ محمدؐ عربی کا ایجنٹ نکلا۔ جو نہایت خاموشی سے ہماری سلطنت میں بغاوت کے جراثیم کو پرورش دیتا رہا۔ میرا بس چلتا تو اس کی کتابوں کو آگ لگا دیتا۔

خیر اس مایوس کن منظر سے میں آگے بڑھا۔ تو قریب ہی شہروں میں عدالت گاہیں نظر آئیں۔ لوگ پہلے سے بہت کم نظر آتے۔ اندر جا کر دیکھا تو نہ جھوٹے گواہ نظر آتے تھے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جھوٹا پروپیگنڈا اور غیبت کی خرابیاں

از میاں عبد الرحمٰن صاحب عثمانیہ کالج شیخوپورہ

موجودہ دور میں شیطان جن ہتھکنڈوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرتا ہے اُن میں پراپیگنڈا سر فہرست ہے۔ بعض لوگوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اسے آزمانا شروع کیا ہے جو بہت افسوسناک ہے۔ ایسا کرنے میں غالباً وہ کسی حد تک مجبور بھی ہیں کیونکہ جب لوگ صحیح اور جائز طریق اشاعت سے متاثر نہ ہوں گے تو لامحالہ دماغوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے چور دروازوں پر دستک دی جائے گی۔

اس اندازِ تلبیس سے یہ جماعت صرف اس حد تک کامیاب ہوتی ہے کہ بعض کمزور طبیعتیں شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے مسلمات پر زیادہ غور و فکر کی چھان بین نہیں کرتی - وہ اُن کے دامِ تزویر میں پھنس جاتی ہیں۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ط
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝
(پ ۱۵ ع ۴)

(ترجمہ) اور نہ پیچھے پڑ۔ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو - بے شک کان۔ آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

تشریح - بے تحقیق بات زبان سے مت نکال۔ نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر۔ آدمی کو چاہئے کہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے اور بقدر کفایت تحقیق کرکے کوئی بات منہ سے نہ نکالے یا عمل میں لائے۔ سُنی سُنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یونہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا بے تحقیق چیزیں سُن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کرلینا' باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، اَن دیکھی یا اَن سنی چیزوں کو دیکھی یا سُنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ مَیں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے ماتحت داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا بے موقع تو خرچ نہیں کیا۔

(حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

مسلمان کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ حُسنِ ظن رکھے اور جب سُنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یونہی رجماً بالغیب بُری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیال کو راہ نہ دے بلکہ اُن کو جھٹلائے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی پیٹھ پیچھے مسلمان بھائی کی مدد کرے اللہ پیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے گا - بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ چاہئے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کرے جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ نے قصۂ افک میں کیا ایک روز ان کی بیوی کہا کہ لوگ عائشہ صدیقہؓ کی بابت ایسا کہتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ جھوٹے ہیں - کیا ایسا کام تو کر سکتی ہے؟ بولی ہرگز نہیں فرمایا پھر صدیقؓ کی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ صدیقہؓ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہیں اُن کی نسبت بے وجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے۔

اوّل تو حُسنِ ظن کا تقاضا یہ تھا کہ دل میں بھی یہ خیال گزرنے نہ پاتا لیکن اگر شیطانی اغوا سے فرض کیجئے کسی کے دل میں کوئی بُرا وسوسہ گزرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہئے کہ اس وقت مومن اپنی حیثیت اور دیانت کو ملحوظ رکھے اور صاف کہہ دے کہ ایسی بے سروپا بات کا زبان سے نکالنا مجھ کو زیب نہیں دیتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب بعض منافقین کی شرارت سے امت کی سب سے بڑی مومنہ صدیقہؓ پر ایک نہایت گندی تہمت لگی اور اس کے چرچے پھیلے تو کلام مجید میں مندرجہ ذیل وہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۱) لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ
وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا
هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ پ ۱۸ ع ۸

(ترجمہ) جب تم لوگوں نے یہ گندی حکایت سُنی تھی تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے لوگوں کے متعلق گمانِ نیک سے کیوں کام نہ لیا اور چھوٹتے ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح افتراء ہے

(۲) وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ
لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا
بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن
تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم
مُّؤْمِنِينَ ۝ پ ۱۸ ع ۸

(ترجمہ) اور جب تمہارے کانوں تک یہ گندی حکایت پہنچی تھی اسی وقت تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نہ نکالنا چاہئے معاذ اللہ یہ تو بڑی سخت تہمت ہے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو ایسی حرکت پھر کبھی نہ کرنا۔

خبر کے گھڑنے کا ذکر نہیں۔ اتہام تراشی کا مذکور نہیں۔ گھڑی ہوئی خبر کے صرف قبول کرنے اور بے سوچے سمجھے اُس کے چرچا کرنے پر یہ ڈانٹ پڑ رہی ہے کسی مسلمان پر افترا تو کوئی مسلمان کیوں کرنے لگا۔ کسی افتراء کو قبول کرنا اور اس کی اشاعت میں معین ہونا ہی ہرگز کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی نا معقول روایتوں اور حکایتوں کے سُننے کے ساتھ ہی انہیں رد کر دینا چاہئے۔ اور کسی مسلمان کی عزت پر حملہ سُن کر اسی وقت اس کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دینا چاہئے وہ مسلمان کیسا جو دوسرے مسلمان کی دیانت پر' عزت پر' اخلاق پر حملہ ہوتے ہوئے دیکھے اور چپکا بیٹھا رہے یا یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑائے کہ سُنا ایسا ہی تھا اُسے تو فوراً اُٹھ کر اس کی تردید کرنا چاہئے بغیر اس کے وہ مسلمان ہی کیسا؟ اور اس کا ایمان ہی کیا؟

آج دُنیائے اسلام کے کسی گوشہ میں اس پر عمل ہے؟ پبلک جلسے ہوں' یا گھروں کے اندر تخلیہ کی صحبتیں' اخبار کے مقالات ہوں یا خانگی خطوط' کہاں یہی چرچے' یہی تذکرے نہیں کہ فلاں لیڈر قوم کا روپیہ کھا گیا، فلاں انگریزوں سے مل گیا، فلاں

لیڈر نے ہندوؤں سے رشوت لے لی، فلاں مولانا صاحب چھپے رستم نکلے، فلاں شاہ صاحب کی چوری پکڑی گئی - محلہ کے چودھری صاحب کے جوہر یوں کھل رہے ہیں، شہر کے قاضی صاحب کی بیوی یہ حرکتیں ظاہر ہوئیں - اس کا گھر جواریوں کا اڈہ ہے اس کے ہاں بہو بیٹیوں کی عزت کا ٹھیک حال نہیں -

جہاں چار مسلمان جمع ہوئے نہ خدا کا ذکر، نہ رسول کا، نہ موت کا، نہ آخرت کی فکر، بس غیبتیں ہیں تو مسلمانوں کی اور بدگوئیاں ہیں تو اپنے بھائی بندوں کی۔ ایک ایک گھر کے پترے کھل رہے ہیں اور دنیا جہان کا کوئی عیب اور کوئی الزام ایسا نہیں جو خود مسلمان ہی کی زبان سے مسلمانوں پر نہ لگ رہا ہو، تہمتیں تراشنے والے مسلمان، ان پر یقین کرنے والے مسلمان، انہیں پھیلانے والے مسلمان، نتیجہ رنجشوں عداوتوں مقدمہ بازیوں، فوجداریوں کی صورت میں روزانہ موجود، لیکن ان چرچوں اور تذکروں سے ہاتھ اٹھانا ناممکن -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے کیا تم کو اس سے نفرت نہ ہوگی۔

جب آپ ایک مسلمان بھائی کی برائی بیان کرتے ہیں تو آپ کو کیوں خیال نہیں آتا کہ آپ کسی مردار کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں - آپ زنا سے بدتر گناہ کر رہے ہیں - افسوس ہے کہ مسلمانوں کی مجلسوں میں سب سے زیادہ دلچسپ اور خوشگوار گفتگو وہی سمجھی جاتی ہے جس میں کسی کی برائی بیان کی جا رہی ہو - دیکھئے کسی مجلس میں جب تک ادھر ادھر کی باتیں شروع ہوتی ہیں حاضرین کو کچھ لطف نہیں آتا لیکن جہاں کسی کی غیبت شروع ہوئی بس مجلس میں ایک سرگرمی اور زندگی پیدا ہو جاتی ہے - خاموش زبانیں، تسبیح پڑھنے والی زبانیں، ذکرِ الٰہی سے حرکت کرنے والی زبانیں سب کی سب اس غیبت میں مصروف ہو جاتی ہیں - جاہل ہو یا عالم، صوفی ہو یا رند، مرید ہو یا پیر، کسی کو اس نجاست سے پرہیز نہیں ہوتا - شرابی شراب پیتا ہے تو شرماتا ہے بدکار بدکاری کرتا ہے تو اپنے کو گنہگار سمجھتا ہے لیکن غیبت کرنے والوں کے دلوں میں ایک منٹ کے لیے یہ خیال نہیں گزرتا کہ وہ نجاست سے اپنی زبان کو آلودہ کر رہے ہیں۔

دنیا میں فساد انگیزی کا سب سے بڑا ذریعہ غیبت ہے جب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ کی برائی بیان کی ہے تو آپ کے دل پر ایک سخت چوٹ لگتی ہے اور اس شخص کی دشمنی سینہ میں پیدا ہو جاتی ہے اس کے بعد آپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس شخص سے بدلہ لیں اور اس کو کسی طرح ذلیل کر ڈالیں آپ اس کے عیب تلاش کر کے لوگوں سے بیان کرتے پھرتے ہیں - بات یونہی بڑھتی جاتی ہے آپ کے طرفدار اس کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں - اس طرح جھگڑے اور فساد کا اکھاڑہ قائم ہو جاتا ہے اور اتحادِ اسلامی کا دامن پارہ پارہ ہو جاتا ہے -

حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا کہ اپنی زبان بار بار کھینچ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہی انسان کو تباہ کرتی ہے۔

برادرانِ اسلام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف یہ کی ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ مسلمان وہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے - افسوس کہ ہم آج اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر آنحضورؐ کے اس فرمان کی پروا نہیں کرتے اور ہاتھ سے تو بہت کم لیکن اپنی زبان سے دن رات دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں - مسلمانوں کی غیبت کرنی مسلمانوں پر طعنہ کرنا، جھوٹی خبریں مشہور کرنا، تہمت لگانا - یہ ہمارا شیوہ خاص اور عادتِ ثانی ہے -

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں حضور انورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی زیادہ جانتا ہے - فرمایا: کسی کے متعلق ایسی بات کہنا جس کو وہ مکروہ خیال کرتا ہو - کسی نے عرض کیا اگر وہ بات کہی جائے جو اس میں موجود ہے - فرمایا: اگر وہ بات اس میں موجود ہوگی تب ہی تو تو نے غیبت کی اور وہ بات اس میں موجود نہ ہوئی تو تو نے اس پر بہتان باندھا -

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ غیبت والا اس شخص سے معافی چاہے جس کی غیبت اس نے کی ہے اور پھر کہے اللہ تعالیٰ تو اس کو اور مجھ کو دونوں کو بخش دے -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے شریر بندے وہ لوگ ہیں جو چغلخوری میں مشغول رہتے ہیں، دوستوں کے درمیان جدائی کراتے ہیں پاک لوگوں کی ایذا رسانی کے خواہشمند رہتے ہیں -

بقیہ پہلا خون

(صفحہ ۷ سے آگے)

ان کے بھائی ہابیل کی لاش خون میں لت پت سامنے پڑی ہے - خوف و ہراس کی وجہ سے [illegible] سرگرداں ہے - کچھ سوجھتا نہیں کہ اس قتل کو کیسے چھپائے - اور اس لاش کو کیا کرے بھائی کو قتل کر کے اس نے اپنی دنیا کو بھی برباد کیا اور اپنی آخرت کو بھی برباد کیا -

کیا دیکھتا ہے کہ چند گز کے فاصلہ پر ایک کوا اڑتا ہوا آیا اور اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کھودنے لگا - تاکہ اسے دکھائے کہ کس طرح زمین میں ایک گڑھا کھودے اور اپنے بھائی کی لاش کو اس میں دفن کر دے - پھر اس نے ایک چیخ ماری اور ندامت سے پکارا:

"ہائے! مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں اس کوے کے برابر ہی دانشمندی دکھاتا اور اپنے بھائی کی لاش کو زمین میں دفن کر دیتا"

بقیہ رحم اور حقوق قرابت

(صفحہ ۸ سے آگے)

پیغمبر اسلام کے ارشادات پر عمل کیا ہے - تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں"

اللہ اللہ امام صاحب کے ان ارشاداتِ گرامی نے کفر کے تالے کے لئے ایک چابی کا کام کیا - اور وہ یہودی امام ہمامؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا - کیا ہم ان کے

حقائق

(از مولانا جار اللہ مدرس مدرسہ عربیہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور ڈویژن)

— علمی دنیا میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی بابرکت شخصیت اور ان کا خاندان محتاج تعارف نہیں ہندوستان میں سب سے پہلے ترجمہ و تفسیر القرآن کا شرف اسی خاندان کو حاصل ہوا۔

ہندوستان کا تقریباً ہر باعلم طبقہ اسی ہی خاندان کا شرمندہ احسان اور مرہون منت ہے۔ اسی خاندان کے جہاد بالسیف، جہاد بالقلم اور جہاد باللسان نے دشمنان اسلام کو ان کے بدتر سے بدترین عزائم میں خائب خاسر اور ناکام بنایا۔ اس لحاظ سے یہ خاندان ہندوستان کے جمیع اہل اسلام کی نیک دعاؤں کا مستحق ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالےٰ اسی خاندان کے چشم و چراغ اور حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے فرزند ارجمند ہیں۔ تفسیر عزیزی اور تحفۂ اثنا عشریہ آپ ہی کی ممتاز تصنیفات سے ہیں آج ہم آپ کے جناب (شاہ عبدالعزیز رح) کے جہاد باللسان کے چند حقیقت پر مبنی واقعات بیان کرتے ہیں۔

— ایک پنڈت نے آپ سے پوچھا کہ "خدا ہندو ہے یا مسلمان" آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو اس راجہ یا پنڈت کو تم مسلمان کہوگے یا ہندو جس کے محل کے اندر اس کی موجودگی میں گائے ذبح کی جائے۔ اور وہ خاموش کھڑا دیکھتا رہے۔ اور اس کے دل میں اس سے ذرا بھر بھی نفرت پیدا نہ ہو؟ پنڈت نے جواب دیا کہ ایسے راجہ کے مسلمان ہونے میں شک ہی نہیں جس کے محل میں گائے ذبح ہو اور وہ بلا چون وچرا ایسا ہونے کو چپ چاپ دیکھا کرے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ روزانہ دنیا میں ہزاروں گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ اگر یہ فعل خدا تعالےٰ کو ناگوار اور ناپسند لگتا۔ تو یقیناً قصاب لوگوں کو سخت نقصان پہنچتا۔ لیکن یہاں معاملہ ہی برعکس ہے۔ کہ اکثر قصاب متمول اور مالدار ہوتے ہیں۔ تو اسی ہی سے سمجھ لو کہ خدا مسلمان ہے!

— دہلی کے ایک انگریز (جو ان دنوں دہلی میں ریذیڈنسی پر برسر تھے) اپنے پادری کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت بابرکات میں مناظرہ کے لئے لائے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی بصیرت تامہ سے ان کی آمد کے مقصود کو معلوم کرکے فرمایا کہئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ پادری نے کہا پوچھنا تو ضرور ہے لیکن پہلے ایک شرط تسلیم فرمالیں۔ کہ نقلی کا جواب فقط نقلی اور عقلی کا جواب عقلی سے لوں گا عقلی سوال کا جواب نقل سے کسی طرح قبول نہیں کروں گا۔ حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا شرط منظور ہے۔

پادری نے کہا۔ یہ فرمائیے کہ آپ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو بہت پیارے تھے۔ اور حضرت حسینؓ آنحضرتؐ کے نواسے اور محبوب تھے۔ تو پھر بات کیا ہوئی۔ کہ حضرت حسینؓ کو اس غایت بے رحمی اور مظلومی کی حالت میں کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار پر شہید کر دیا گیا۔ لیکن اس جگر گداز واقعہ ہی خدا نے کوئی توجہ دی اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی کوئی توجہ نہ دلائی! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ کہ صاحب! آنحضرت فداہ روحی وقلبی نے بہت توجہ دلائی لیکن صورت حال ہی اور تھی۔ باری تعالےٰ نے جواب میں فرمایا۔ کہ آپ کو نواسے کی پڑی ہے۔ میں کیا کروں۔ ان تیرہ بختوں نے تو میرے بیٹے (حضرت عیسیٰؑ) تک کو نہ چھوڑا اور سولی پر چڑھا دیا۔ ابھی اس پریشانی سے فارغ ہوں۔ تو پھر آپ کے نواسے کے توجہ میں شریک ہوں گا۔

بس پھر کیا تھا۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۳۴) انگریز اور پادری دونوں صاحبان کھسیانے ہوکر وہاں سے بھاگ نکلے۔

— ایک انگریز (جو دہلی میں ریذیڈنٹ کے عہدہ پر مقرر تھے) حضرت شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عیارانہ انداز میں سلسلۂ گفتگو شروع کی کہ حضرت بہت دنوں سے ایک خدشہ دل میں کھٹکتا ہے تشفی فرما دیں۔ حضرت شاہ صاحب ان کے مزاج سے واقف تو تھے ہی فوراً سمجھ گئے۔ کہ یہ اسلام پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ کہ سوال کیجئے۔

ریذیڈنٹ :۔ ایک مسافر راستہ بھٹک گیا ہے۔ اور اس نے پریشانی و اضطراب کی حالت میں دیکھا کہ سامنے درخت کے تلے سایہ میں کوئی آدمی بیٹھا ہے۔ جب وہاں پہنچا۔ تو دو آدمیوں کو پایا ایک سویا ہوا تھا۔ اور دوسرا برابر بیٹھا جاگ رہا تھا۔ جناب کا (حضرت شاہ صاحب سے مخاطب ہوا) کیا خیال ہے۔ وہ مسافر سوئے ہوئے شخص کو بیدار کرے۔ یا جو پاس ہی بیٹھا ہے۔ اسی سے راستہ پوچھے مطلب یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پاگئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ تو گمراہوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنی چاہئے

حضرت شاہ صاحبؒ "اچھا صاحب یہ تبلائیے جو پاس بیٹھا جاگ رہا ہے۔ اگر وہ بھی اسی انتظار میں ہو۔ کہ سونے والا بیدار ہو۔ تو اس سے راستہ پوچھ کر آگے چلونگا۔ تو پھر اس مسافر کو سوئے ہوئے کے بیدار ہونے کی ضرور انتظار کرنی ہوگی یا نہ؟ یعنی ضرور انتظار کرے گا۔

ریذیڈنٹ صاحب نے جواب سنتے ہی ایسے فرار ہوئے جیسے شیطان لاحول سنکر

— ایک انگریز حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس میں حاضر ہوکر باتوں باتوں میں پوچھ بیٹھے "آخر اس کی کیا وجہ ہوئی کہ ہم انگریز لوگ سب ایک رنگ کے ہیں۔ لیکن یہاں کے لوگ مختلف رنگوں کے ہیں۔ کوئی گورا۔ کوئی گندمی۔ کوئی سیاہ فام، کوئی سانولا وغیرہ وغیرہ حضرت شاہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ ہم نے بھی گدھوں کا رنگ ایک ہی پایا ہے لیکن گھوڑے مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں مثلاً ابلق، نقرہ، سبزہ وغیرہ۔

انگریز صاحب جواب سن کر منہ بگاڑتے ہوئے بھاگے جیسے شیطان بھاگتا ہے۔ جب کہ اس پر شہاب ثاقب پھینکا جائے (فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ) لیکن اپنا گدھا نہ ہونا ثابت کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔

— حضرت شاہ صاحبؒ ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے۔ تو ایک انگریز نے مجلس میں کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا۔

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفیٰ اعلیٰ است
کہ ایں بزیر زمیں دفن است آں بادرج سما است

اور کہا کہ اس کا جواب دیں

حضرت شاہ صاحب نے خندہ پیشانی سے مندرجہ ذیل شعر جواب میں پڑھا۔

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سر آب و گہر بتہ باشد

حضرت والا کا شعر پڑھنا تھا۔ کہ انگریز اسلام

حکایاتِ الصالحین:۔

حضرت خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ

(از جناب عزیز الرحمٰن صاحب حیدری مدرسہ انوار العلوم نزد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ)

انسان کی ہدایت اور روحانی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارسال رسل اور بعثتِ انبیاء کا ایک عظیم سلسلہ قائم فرمایا تھا۔ جو کہ ہمارے نبی آخرالزمان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک پر آکر ختم ہوا۔ آپ کے بعد کوئی نبی، پیغمبر یا رسول نہیں آئے گا۔ اسی لئے حضور پُر نورؐ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا گیا۔ اور قرآن کریم رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے ایک ضابطۂ حیات، قانونِ زندگی اور نہ ٹوٹنے والا دستور بنا کر اُتارا گیا۔ لیکن بنی نوع انسان کو ہدایت کی ضرورت تو ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہوتی ہے تاکہ راہِ راست سے بھٹکنے نہ پائے۔ یہ ضرورت اللہ جل شانہٗ اُن لوگوں کے ذریعہ پوری کرتا ہے جن کی زندگی عشق مصطفےٰؐ کے بل بوتے پر ہو۔ اور جو لوگ مصطفےٰؐ کی سُنّت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے ہوئے ہوں۔ ایسے لوگوں سے جو ہدایت ہمیں ملتی ہے وہ حقیقت میں ہدایت مصطفویؐ ہوتی ہے۔ حضور اقدسؐ کے بعد ہدایت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور جس کسی سے اللہ تعالیٰ نے یہ مقصد لینا چاہا اس کو نیک لوگوں کی مجلس اور توجہ نصیب ہو گئی۔ خدا کے ایسے نیک بندے ہر زمانے میں گزرے ہیں آج میں حضرت فضیل بن عیاض کے حالات کا مختصر سا جائزہ پیش کر رہا ہوں۔ یہ بزرگ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد حکومت میں گزرے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی مستفید ہوئے ہیں جوانی میں حضرت فضیلؒ اپنے علاقے کے ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ جنگل میں خیمہ نصب کئے فقیروں کے لباس میں رہا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ڈاکوؤں کا ایک بہت بڑا گروہ بھی تھا۔ جو لوٹ مال کا سارا مال و متاع لا کر ان کے سامنے ڈھیر کر دیتا۔ جو چیز ان کو پسند ہوتی وہ لے لیتے۔ اور باقی ان میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اسکے ساتھ ساتھ دوسری طرف نماز کے اتنے پابند تھے کہ ہر نماز باجماعت پڑھا کرتے اور جو ڈاکو نماز میں شریک نہ ہوتا اس کو اپنے گروہ سے نکال دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بہت بڑا قافلہ اس طرف سے گزر رہا تھا کہ فضیلؒ کے ساتھیوں نے اُسے لوٹنا شروع کیا۔ اس افراتفری میں ایک شخص نے موقع پا کر اپنی تھیلی لی اور جنگل میں اس خیال سے گھُسا کہ اسے کہیں دفن کر دے اور بعد میں آکر نکال لے۔ اس اثناء میں اس کی نظر ایک پارسا صورت شخص پر پڑی جو فقیروں کے لباس میں مراقبے میں بیٹھا تھا۔ معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں یہ تھیلی اس بزرگ کے پاس امانت رکھ دے۔ چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ میری یہ امانت اپنے پاس رکھ لو۔ اس شخص نے اشارہ کیا کہ وہاں کونے میں رکھ دو۔ تھیلی رکھ کر وہ شخص واپس قافلے سے آملا۔ جب ڈاکو قافلہ لُوٹ کر واپس چلے گئے تو یہ شخص اپنی امانت لینے کے لئے گیا۔ یہاں جاکر اس نے دیکھا کہ سب ڈاکو اس بزرگ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اور وہ فقیر آدمی لوٹ کا سامان ان میں تقسیم کر رہا ہے۔ اس نے سوچا میں تو خود اپنے ہاتھوں اپنی دولت ان ڈاکوؤں کے سپرد کر چکا ہوں۔ یہ لوٹنے والا تھا کہ فضیلؒ نے اسے دیکھ لیا اور اشارہ سے اپنی طرف بُلایا۔ وہ دوڑ کر گیا۔ فضیلؒ نے پوچھا۔ "کیا چاہتے ہو" اس نے کہا "امانت اگر دیتے ہو تو"۔ کہا "جا جہاں رکھی تھی وہاں سے لے لے"۔ اُس شخص نے اپنی تھیلی لے لی اور قافلے کی طرف چلا گیا۔ فضیلؒ کے ساتھی پوچھنے لگے۔ کہ یہ تھیلی کیوں واپس کر دی۔ فضیلؒ نے جواب دیا کہ اس آدمی نے مجھے نیک سمجھ کر میرے پاس امانت رکھی اور میں بھی اللہ تعالیٰ کو اچھا سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ پھر ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹا۔ لوٹ مار سے فارغ ہو کر جب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک آدمی نے پوچھا کہ تمہارا کوئی سردار نہیں۔ ڈاکوؤں نے جواب دیا کہ ہمارا سردار اس وقت دریا کے کنارے نماز پڑھ رہا ہے۔ اُس آدمی نے سوچا نماز کا تو وقت نہیں نفل پڑھ رہا ہوگا۔ اس نے پھر پوچھا، کھانا کھانے کے لئے کیوں نہیں آیا۔ جواب دیا گیا۔ کہ اس نے روزہ رکھا ہے۔ وہ حیران ہُوا کہ یہ رمضان کا مہینہ تو ہے نہیں پھر یہ روزہ کیسا؟ وہ شخص کہنے لگا مجھے اپنے سردار کے پاس لے جاؤ۔ ڈاکو اس کو اپنے سردار فضیلؒ کے پاس لے گئے تو وہ فضیلؒ سے پوچھنے لگا کہ نماز روزہ اور چوری ڈاکے میں کیا مناسبت ہے۔ فضیلؒ نے اس سے پوچھا۔ تم قرآن پاک جانتے ہو؟ اُس نے کہا کیوں نہیں تو انھوں نے یہ آیات شریف پڑھ کر سُنائی۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا

وہ آدمی بہت حیران ہوا۔

حضرت فضیلؒ بہت رحم دل تھے۔ تھے تو وہ ڈاکو لیکن لاچاروں، ضعیفوں اور عورتوں پر رحم کرتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ ناداروں فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ بہت احسان سے پیش آتے تھے۔ ڈاکے، چوری سے توبہ کرنے کا قصّہ یہ ہے کہ ایک رات اس کے تمام ساتھی ڈاکے ڈالنے گئے تھے اور یہ اکیلے بیٹھے خُدا کو یاد کر رہے تھے۔ قافلہ جب فضیلؒ کے قریب سے گزر رہا تھا تو ایک آدمی زور زور سے قرآن پاک کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ یہ آواز سُنتے ہی فضیلؒ کا دل نرم ہو گیا۔ دل میں کہا اے فضیلؒ کب تک ڈاکے ڈالتے رہو گے۔ مخلوقِ خدا کو تنگ کرتے اور ان کو تکلیف پہنچاتے رہو گے۔ پھر کہا کہ بیشک یہ توبہ کرنے کا بہترین وقت ہے۔ پھر قافلے کی طرف گیا۔ ان کو کہا کہ جاؤ اور سب کو مبارک ہو۔ فضیلؒ آج سے اس مذموم پیشہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ چکا ہے۔ جن کو تکلیف پہنچائی تھی ان سب سے معافی مانگی۔ ایک یہودی نے اسے کہا کہ ریت کا یہ ٹیلہ یہاں سے ہٹا کر دریا میں پھینک دو۔ تب معاف کرونگا۔ فضیلؒ بسم اللہ پڑھ کر شروع ہوئے۔ تمام دن ٹیلے کو دریا میں پھینکتے رہے۔ رات کو خدا کی قدرت سے ایسی آندھی آئی جس نے تمام ٹیلے کو دریا میں پھینک دیا۔ صبح لوگ ٹیلے کی بجائے ہموار میدان دیکھ رہے تھے۔ یہودی پھر کہنے لگا کہ جب تک میری لی ہوئی رقم واپس نہ کروگے میں معاف نہ کروں گا۔ لیکن چونکہ تم نے ایک شرط پوری کر دی ہے۔ اس لئے یہ دوسری شرط اس طرح پوری کرو کہ میرے سرہانے کے نیچے سے سونے کی تھیلی اُٹھا کر مجھے دیدینا حضرت فضیلؒ نے وہ تھیلی اُٹھا کر یہودی کے سپرد کر دی۔ یہودی نے کہا اچھا اب مجھے مسلمان کر لو تب معاف کرونگا۔ حضرت فضیلؒ نے کلمۂ توحید پڑھا کر اسے حلقۂ اسلام

میں داخل کیا تو پھر اس نے معاف کر دیا اور کہا کہ کچھ سمجھے کہ میں کیوں مسلمان ہو گیا ہوں۔ فضیلؒ نے کہا کہ نہیں۔ یہودی کہنے لگا کہ میں نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ جو سچے دل سے توبہ کرے گا اس کے ہاتھ سے مٹی سونا ہو جائے گی اللہ کی قسم میرے سرہانے جو تھیلی تھی وہ مٹی سے بھری ہوئی تھی۔ اور تو نے جب اُٹھائی تو سونا بن گئی۔ یہ میری آزمائش تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا مذہب سچا ہے۔

حضرت فضیلؒ نے ایک شخص سے کہا کہ میں بہت بڑا مجرم ہوں اور بڑی سے بڑی سزا کا مستحق ہوں مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو تاکہ مجھے شرع کے مطابق سزا دیں۔ اس آدمی نے جب اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو بادشاہ نے فضیلؒ کی بہت آؤ بھگت کی اور اُسے عزت و احترام سے بغیر کسی تکلیف کے واپس کیا۔ جب گھر پہنچے تو دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی۔ بیوی نے جب آواز سُنی تو بہت فکرمند ہوئی کہ میرا خاوند زخمی ہو کر آیا ہے۔ پوچھا زخم کہاں آیا ہے۔ جواب دیا دل اور جگر دونوں پر۔ پھر تمام ماجرا سُنایا اور کہا کہ میں مکّہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ اگر تم چاہو تو تمہیں آزاد کر دوں۔ بیوی نے جواب دیا کہ نہیں میرے سرتاج میں آپ کے قدموں میں رہ کر آپ کی خدمت کروں گی۔ اس کے بعد حضرت فضیلؒ اپنے بچّوں سمیت مکہ مکرمہ گئے اور وہاں بڑے بڑے علماء صوفیائے کرام سے فیض حاصل کیا۔ یہاں تک کہ اہلِ مکّہ ان سے مستفید ہونے آیا کرتے تھے۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک رات خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضل برمکی سے کہا کہ آج میرا دل بہت اداس ہے کسی خدا کے برگزیدہ بزرگ کے پاس مجھے لے جا تاکہ میری روح کو تسکین میسّر ہو۔ وزیر خلیفہ کو سفیان بن عیینہ کے آستانے پر لے آیا۔ دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ جواب دیا امیرالمومنین۔ حضرت سفیان نے کہا مجھے بلا لیتے۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ خلیفہ نے یہ جواب سُنا تو وزیر سے کہا کہ یہاں میرا مقصد حل نہ ہو سکے گا۔ سفیان یہ سُن کر کہنے لگے کہ خلیفہ صاحب کو حضرت فضیلؒ کے پاس لے جائیے —— خلیفہ اور وزیر دونوں نے حضرت فضیلؒ کے دروازے پر آ کر دستک دی۔ آواز آئی "کون"؟ کہا "امیرالمومنین" پھر آواز آئی۔ "امیرالمومنین سے میرا کوئی تعلق نہیں" مجھے کام کرنے دو۔"

وزیر نے کہا "امیر کا حکم ماننا واجب ہے۔" جواب آیا "مجھے نہ ستاؤ" وزیر نے کہا۔ "آپ کی اجازت سے اندر آئیں یا اپنے حکم سے" جواب دیا۔ "اجازت تو نہیں اگر زبردستی آتے ہو تو منع نہیں کرتا۔" امیرالمومنین اندر داخل ہوئے تو فضیلؒ نے دیا بُجھا دیا تاکہ بادشاہ کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔ اس اثناء میں ان کا ہاتھ خلیفہ کے ہاتھ سے لگ گیا۔ کہا۔ "کتنا نازک ہاتھ ہے اگر دوزخ سے بچ جائے تو ——" اس کے بعد نماز پڑھنے لگے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے کہا کچھ تو فرمائیے۔ حضرت فضیلؒ نے کہا آپ کے دادا حضور اقدس صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے چچا تھے۔ جب حضورؐ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ مجھے کسی ملک کا حاکم مقرر فرمائیں۔ تو حضورؐ نے کہا میں نے تم کو اپنے نفس پر امیر مقرر کر دیا ہے اس لئے کہ حکومت قیامت کے دن پشیمانی کا سبب ہوگی۔ خلیفہ نے کہا اور فرمائیے۔ تو کہا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو اس نے بڑے بڑے زعماء اور علماء کو بُلا کر پوچھا کہ میں اس بارِ گراں سے کیسے سبکدوش ہوں گا۔ ایک نے کہا اگر کل قیامت کے دن غضب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو بوڑھے مسلمان کو باپ، نوجوان کو بھائی اور بچّوں کو اپنی اولاد کی نظر سے دیکھو۔ اسی طرح عورتوں کو مائیں، بہنیں اور بیٹیاں سمجھ لو۔

خلیفہ نے پھر کہا کہ اور۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ تمام اسلامی علاقہ تیرا گھر ہے۔ ماں باپ پر احسان، بھائیوں سے محبت اور اولاد کے ساتھ نیکی کر کہ تیرا یہ خوبصورت بدن کہیں دوزخ کی آگ میں جھلس نہ جائے۔ خلیفہ نے پھر شوق ظاہر کیا تو فرمایا خدا سے ڈر اور قیامت کے دن جواب دہی کے لئے تیار رہ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تم سے حساب لیا جائیگا۔ اگر کوئی عورت ایک رات بھی بھوکی رہی تو قیامت کے دن تمہارا دامن اس کے ہاتھ میں ہوگا —— خلیفہ یہ باتیں سن کر اتنا رویا کہ بیہوش ہو گیا۔ وزیر نے کہا۔ اب بس کرو۔ آپ نے تو خلیفہ کو مار دیا۔ حضرت فضیلؒ نے کہا۔ اے ہامان! چُپ رہ۔ میں نے نہیں مارا تو نے اور تیری قوم نے خلیفہ کو مارا ہے۔ یہ سُن کر خلیفہ اور رونے لگا کہ میں ان کی نظر میں فرعون ہوں اس لئے تو میرے وزیر کو ہامان کہا۔

لوگوں نے حضرت فضیل سے پوچھا کہ اللہ کی دوستی میں انسان آخری مقام کب حاصل کرتا ہے۔ فرمایا جب ہست و نیست اس کی نظروں میں برابر ہو جاتے۔ پھر پوچھا دین کی اصل کیا ہے۔ جواب دیا "علم" "علم کی اصل؟" فرمایا۔ "صبر" —— فرمایا کہ جو شخص خلوت اور تنہائی میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ سمجھو کہ وہ نہیں بچے گا۔ اور جو خدا سے ڈرتا ہے قیامت کے دن اس کی زبان گونگی شمار کی جائیگی۔ خدا تعالےٰ جس کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو اس کو طرح طرح کی تکالیف دیتا ہے۔ اور جو خدا کا دشمن ہوتا ہے اُس پر رزق کے دروازے کھول دیتا ہے جنت میں رونا جس قدر نرالا نظر آئے گا اسی قدر دنیا میں ہنسنا —— جو خدا سے ڈرے گا ساری دُنیا اس سے ڈرے گی۔ پھر فرمایا۔ جتنے علم کا مالک ہوگا اتنا ہی خدا سے ڈرتا ہوگا۔ اور جتنی توجہ خدا کی طرف ہوگی اتنا ہی زاہد ہوگا۔

فرمایا دُنیا پاگل خانہ ہے اور لوگ دیوانے۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم اگر یہ فانی دُنیا سونے کی ہوتی تو چاہیے تھا کہ لوگ مٹی قبول کر لیتے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ مگر افسوس آخرت سونے کی اور باقی رہنے والی ہے اور دُنیا خاکی اور فانی ہے۔ اس کے باوجود لوگ آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

کہا کہ تین چیزوں کے پیچھے نہ پڑو۔ کیونکہ ہاتھ آنے والی نہیں۔ ایسا عالم کہ اس کا علم ترازو پر پورا اترے۔ ایسے عالم کی تلاش میں نکلو گے تو جاہل رہ جاؤ گے۔ دوسرے مخلص عامل کو تلاش نہ کرو ورنہ بےعمل رہ جاؤ گے تیسرے یہ کہ عیوب سے پاک بھائی کو نہ ڈھونڈو ورنہ بغیر بھائی کے رہ جاؤ گے۔

اور کہا کہ خدا تعالےٰ ایسے آدمی پر لعنت بھیجتا ہے جو ظاہر میں دوست اور باطن میں دشمن ہو۔

کہا جوانمردی یہ ہے کہ کسی کے سامنے اپنی تہی دستی کا اظہار نہ کیا جائے۔

توکل اسے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا نہ تو کسی سے امید رکھے اور نہ کسی سے ڈرے۔

کہا کہ اگر تم سے پوچھا جائے کہ تم خدا کے دوست ہو تو جواب نہ دو۔ کیونکہ "نہیں" کہو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور "ہاں" کہو گے تو معلوم نہیں کہ تمہارا عمل اس قابل ہے یا نہیں۔

فرمایا کہ اگر خداوند قدوس مجھ سے کہے کہ ایک چیز مانگو، میں دے دونگا تو میں خلیفہ کے حق میں دُعا کروں گا۔ کیونکہ خلیفہ کے راہ راست پر آنے سے خدا کی مخلوق بھی راہ راست پر آجائے گی۔ اگر یہ راہ راست

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

موجودہ پریشانیوں کا حل حدیث نبویؐ کی روشنی میں

از مولانا ضیاء الدین قریشی خطیب جامع مسجد واہ کینٹ

آج چاروں طرف سے یہی صدا بلند ہو رہی ہے کہ حالات اچھے نہیں پریشانی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اگر ملازم ہے تو یہ کہہ رہا ہے کہ تنخواہ کم ہے۔ فلاں شخص کی طرح ہوتے جس کی تنخواہ مجھ سے زیادہ ہے۔ اس کے پاس موٹر ہے میرے پاس سائیکل بھی نہیں۔ فلاں کے پاس عمدہ بلڈنگ ہے میرے پاس بھی کاش بلڈنگ ہوتی۔ یہ جس کے حالات کی تمنا کر رہا ہے۔ اس سے اگر تھوڑی دیر بات کریں تو وہ بھی ھل من مزید کے اندر پھنسا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک تاجر کی زندگی کو دیکھیں۔ دن رات اس فکر میں ہے کہ میں اپنے سے اوپر والے تاجر کو پہنچ جاؤں۔ جب ایسی حرص غالب ہو، تو آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ شکر کا کب موقعہ ملے گا۔ اگر ہزاروں کا مالک ہے تو لاکھوں پر نظر ہوگی۔ اور لاکھوں کا مالک ہے تو کروڑوں پر نظر ہوگی تو ایسی حالت میں یہ عبدالبطن و عبدالدرھم کب مطمئن ہو سکتا ہے۔ دن رات مال بڑھانے کی فکر میں بیچارہ گھل رہا ہے۔ حسب ارشاد نبویؐ اگر دو وادیاں مال کی اس کے پاس ہوں تو تیسری کا طالب ہوگا۔ اس کے پیٹ کو مٹی ہی بھرے گی۔ یہ پریشانی و حرص عوام سے لے کر حکام تک پہنچی ہوئی ہے۔ آج حکومتیں اس مرض کے اندر مبتلا ہیں۔ امریکہ برطانیہ۔ روس نہر سویز کا قصہ اسی مرض حرص کے ماتحت چل رہا ہے۔ اگر برطانیہ اس مرض حرص و ہل من مزید کے اندر مبتلا نہ ہوتا تو یہ قصہ سامنے ہی نہ آتا۔ کیا نہر سویز کے نہ ملنے سے انگریز فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ غرضیکہ اس مرض نے آج ساری دنیا کو پریشان کر رکھا ہے۔ آیئے اس کا علاج امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰؐ نے جو تجویز فرمایا ہے اس کو استعمال کر کے دیکھیں ہزار ہا نسخے ہم نے استعمال کئے لیکن بقول کسے ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

علاج نبویؐ

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا نظر احدکم الی من فضل علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منہ (متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کسی ایسے شخص کی طرف دیکھے جو مال میں یا صورت میں اپنے سے اعلیٰ ہو۔ تو ایسے شخص کی طرف بھی غور کرلے جو ان چیزوں میں اپنے سے کم ہو۔

قربان جائیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جس مسئلہ کو آج تک دنیا ساری نہ حل کر سکی اس کو چند کلمات میں حل فرما دیا۔ خوب کہا مولانا ظفر علی خاں نے ؎

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نقطہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

اس دنیا میں اللہ تعالےٰ نے جیسے انسان کو شکل و صورت میں مختلف بنایا ہے اسی طرح مال میں بھی مختلف کیا ہے۔ ایک انسان اگر اپنے اوپر دیکھے تو اس کو ایسے انسان مل جائینگے جو اس سے صورت اور مال میں اعلیٰ ہونگے۔ اگر اپنے نیچے دیکھے تو ایسے انسان ضرور مل جائینگے جو اس سے ادنےٰ ہونگے۔ مثلاً ایک ملازم کی یکصد روپے تنخواہ ہے تو اسکے اوپر دو سو تین سو والے بھی ملینگے اور نیچے پچاس ساٹھ والے بھی ملیں گے۔ اب علاج نبویؐ کے مطابق سو والا پچاس والے کی طرف دیکھے۔ دو سو والے کی طرف نہ دیکھے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں جب اس طرح کا مراقبہ پیدا ہو جائے تو کتنا دنیا میں اطمینان شکر پیدا ہوگا۔ حب مال و حرص مال کی آگ پر یہ مراقبہ پانی کا کام دے گا۔

حضرت سعدیؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ کسی جنگل میں جا رہے تھے۔ پاؤں میں جوتیاں نہیں تھیں۔ خیال پیدا ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے سامنے ایک ایسا بندہ دکھلایا کہ جس کے پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے پاؤں تو دیئے ہیں۔

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے عون بن عبداللہ کا وہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر مالداروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ تو میری طبیعت غمگین رہتی تھی کیونکہ کسی کا کپڑا یا گھوڑا بہتر دیکھا تو ذلت محسوس کرتا کہ میرا کپڑا اور گھوڑا کمتر ہے۔ تو پھر میں نے فقراء کے پاس نشست شروع کر دی تو مجھے اس رنج سے راحت مل گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر غفاریؓ کو جو نصائح فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسکینوں سے محبت کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ دوم کہ اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ رکھنے اور کم درجہ والوں پر نگاہ رکھنے کا حکم دیا (مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ اس علاج نبویؐ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پہلا خون

(از جناب محمد مقبول عالم بی اے لاہور)

دنیا کے ابتدائی سال کیسے خوشگوار تھے ہر چیز نئی تھی۔ آسمان نیا، زمین نئی، درخت نئے، پہاڑ نئے، سورج کی روشنی نئی، ہوا کی تروتازگی نئی ——— اور ہر شے پر ایک نورانی جلا تھی ——— زندگی کے وہ ایام کیسے "پُر کیف" تھے۔

ایک وسیع سبزہ زار ہے۔ سورج اپنی سنہری کرنیں بکھیر رہا ہے۔ آسمان کا گہرا نیلا رنگ، درختوں کی سبزی اور پھولوں کی رنگینی دل کو لبھا رہی ہے۔ رنگ برنگ کے پرندے اور ان کے پُر ترنم نغمات جنت کی فضا کا پتہ دے رہے ہیں۔

دو نوجوان درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے کھڑے باہم گفتگو میں مصروف ہیں ——— یہ آدمؑ کے بیٹے قابیل و ہابیل ہیں۔

قابیل (بڑے غصے سے) غضب ہے کہ تیری قربانی تو قبول کی گئی۔ اور میری قربانی قبول نہ کی گئی۔ میں اس امتیازی سلوک کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اور اس کا بدلہ تیرے خون سے لوں گا۔

ہابیل (بڑی نرمی سے) بھائی قابیل! اس غصے میں کیوں آتے ہو۔ قربانی کی قبولیت کا دارومدار تو دل کی سچائی اور نیت کی درستگی پر ہے۔ اور قربانی تو متقیوں ہی کی قبول کی جاتی ہے۔ اگر تیری قربانی قبول نہیں کی گئی تو اس میں میرا کیا قصور اور مجھ سے بدلہ لینے کے کیا معنی لیکن اگر تو نے مجھے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو میں تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں ظالم نہیں بننا چاہتا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ جو ساری کائنات کا پرورش کرنے والا ہے۔ اور میں صبر ہی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تو باز نہ آیا تو میرے قتل کے گناہ اور اپنے گناہوں کی سزا پائیگا اور تجھے دوزخ کی آگ میں جلا دیا جائیگا ظالم کی سزا یہی ہے۔

ایک وسیع میدان ہے۔ قابیل کھڑا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

نہ سادہ لوح انسانوں کو فریب دینے والے ایجنٹ۔ نہ کذب بیانی اور دروغ بافی کے ماہرین (وکلاء) اور نہ راشی نہ مرتشی۔ دیکھا تو ہر جج کی میز پہ دستورِ اسلامیہ جمہوریہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب پڑی تھی۔ جس کی لکھائی چھپائی بھی بڑی دیدہ زیب تھی۔ مقدمات کے فیصلے تقریباً پہلی ہی پیشی میں ہو جاتے تھے۔ اور کبھی حلفیہ بیان پر ہی فیصلہ ہو جاتا تھا۔ حالانکہ یہ جگہیں ہمارے کلرکوں اور بابوؤں کے لئے زرگری کے اڈے تھے۔

اس کے بعد میری نظر دیہاتوں پر پڑی۔ جاہل کسان صبح اُٹھتے ہوئے نظر آئے۔ مَیں نے ان کو نمازیں پڑھنے اور ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے پایا۔ ان خلافِ توقع انقلابات نے مجھ کو اس قدر مضمحل کر دیا کہ اب مجھ میں چلنے پھرنے کی سکت نہ تھی۔

دیہاتیوں میں دنگا فساد کی جگہ پیار اور محبت اور مقدمہ بازی کی جگہ مواخات کے جذبات کار فرما تھے کار فرما تھے۔ آخرکار مَیں مایوسی کی حالت میں پیرخانوں کی طرف افتاں و خیزاں بڑھا۔ مجھے پورا بھروسہ تھا کہ یہاں میرے مریدانِ خاص مذہبی بھروپ میں خلقِ خدا کو لُوٹ رہے ہوں گے اور خُدا سے تعلق توڑ کر حاجتمند مرد و زن کو تعویذوں۔ گنڈوں اور جھاڑ پھونک کی سحرکاریوں میں مشغول کر رہے ہوں گے۔ مگر اس جگہ میری حوصلہ شکنی کے اسباب مہیّا تھے پیرانِ عظام نے میری طرف نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھا اور پھر قرآن و حدیث کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔

خانقاہوں میں میرے دیرینہ عقیدت مند حضرات یا علیؓ کا نعرہ لگانے والے مستِ الست اور مُلّاؤں کے خلاف اولادِ آدمؑ کو بھڑکانے والے فقراء رات دن نشہ میں چور موجود ہوتے تھے۔ مگر یہاں بھی میری کمرِ ہمّت بُری طرح سے ٹوٹی۔ کیونکہ سینکڑوں صدیوں کا بنا بنایا کھیل پہلا بھی تار تار بگڑا ہُوا تھا۔

القصّہ میرے عزیزو۔ مَیں اپنی ساری داستانِ غم بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ میرے دل کی گھبراہٹ بڑھ رہی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مَیں چند ساعت کا مہمان ہوں۔ نقاہت و ضعف کی وجہ سے مجھ میں طویل گفتگو کا یارا نہیں ہے۔ لہٰذا مَیں اپنے تاریک مستقبل پر خاموشی کے آنسو بہاؤں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

(مجلس برخاست ہونے سے پہلے ابلیس کے مشیرِ اعلیٰ نے تمام حاضرین سے بآوازِ بلند کہہ دیا۔ کہ وہ اب سارے کے سارے تشریف لے جائیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کی طبیعت مزید اجلاس کی متحمل نہیں ہے۔ مگر کل صبح تمام حضرات اپنی اپنی تجاویز پر غور و خوض کر کے اُستادِ کُل کے حضور میں عین سات بجے پہنچ جائیں)

دوسری قسط میں ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کا نقشہ پیش کیا جائے گا۔

سب مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھو

(از محمد شفیع عمرالدین - دفتردار - میردوہ خاص)

(عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ) اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ (مشارق الانوار بحوالہ مسلم شریف)

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مومن کا بھائی ہے۔

مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مردِ حجی ہمرہی حاجی طلب
خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
منگر اندر نقش و اندر رنگِ او
بنگر اندر عزم و در آہنگِ او
گر سیاہ ست وہم آہنگِ تو است
تو سفیدش خواں کہ ہم رنگِ تو است

اگر تو حج پر جا رہا ہے تو تجھے اپنا ہم سفر حاجی تلاش کرنا پڑے گا۔ اس ہمراہی کی تلاش میں کالے اور گورے، وطنی اور غیر وطنی ہم قوم اور غیر قوم کا سوال بالکل خارج از بحث ہے۔ دیندار خواہ ہندوستان کا باشندہ ہو خواہ ترکستان کا رہنے والا ہو یا عربی النسل ہو اس کے خد و خال، کالے اور گورے رنگ کی طرف تیرا خیال ہرگز نہ جانا چاہئے دیکھنے کی یہ چیز ہے کہ اس میں دین پر چلنے کا کس قدر عزم ہے اور صحیح عقائد میں تیرا ہم پلہ ہے یا نہیں۔ اگر سیاہ فام حبشی بھی ہو۔ مگر دیندار اور صحیح عقائد رکھتا ہو تو آپ کالا مت کہیں۔ بلکہ گورا کہیں۔ کیونکہ جس طرح تو دین کے رنگ میں رنگا ہُوا ہے۔ اسی طرح اس کا خمیر بھی صبغۃ اللہ میں رنگا ہُوا ہے۔

حاصل کلام ظاہری رنگ و شکل کی کوئی وقعت نہیں۔ قابلِ قدر جو چیز ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے سب ہم آہنگ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ ورنہ گورے کو کالے پر محض رنگ کے لحاظ سے کوئی فوقیت نہیں۔ کیونکہ ہم سب سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ لہٰذا محض گورا یا کالا ہونا، وطنی اور غیر وطنی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

• یہ حدیث شریف قرآن کریم کے اُن الفاظ کا مفہوم ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات) "یاد رکھو سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

الحاصل جس طرح ایک مسلمان اپنے بھائی کی خیرخواہی کا خواہشمند ہے۔ اسی طرح وہ سب مسلمانوں کا بھی خیر خواہ بنے۔ ان پر ظلم اور زبردستی روا نہ رکھے۔

اقوامِ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ہمارے پاس ان سب سے بہترین دستور العمل موجود ہے۔ اگر کوئی نقص ہے تو وہ محض ہماری غفلت اور بھول ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اللہ تعالےٰ ہمیں اس حدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ حضرت فضیلؒ صفحہ ۱۶ سے آگے

پر آیا تو صرف مَیں ہی ہونگا — پھر کہا دو کام انسان کو بدی کی طرف لے جاتے ہیں۔ — "زیادہ سونا اور زیادہ کھانا۔"

حضرت فضیلؒ کی دو لڑکیاں تھیں۔ مرتے وقت وصیت کی کہ جب مَیں مر جاؤں تو میری بچّیوں کو فلاں پہاڑ پر لے جا کر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر خدا سے کہنا۔ اے میرے خدا تو نے جب فضیلؒ کو اپنے پاس بُلایا تو ان لڑکیوں کو بھی آپ کے سہارے پر چھوڑتی ہوں۔ اس کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ ابھی خدا کے حضور ہاتھ اٹھائے دُعا میں مصروف تھی کہ اچانک یمن کا حاکم اس طرف آ نکلا۔ لڑکیوں کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اپنے لڑکوں کے ساتھ عقد باندھا۔

بچّوں کا صفحہ

سوالی

از تابع اسلام آبادی منٹگمری

عزیز بھائیو! ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر محتاج و غنی موجود رہتے تھے۔ ہجرت کے بعد بے شمار مکّی بزرگ ایسے تھے جن کا نہ تو کوئی گھر گھاٹ تھا اور نہ کوئی ذریعۂ معاش۔ تاہم رحمۃ اللعالمین کے زیر سایہ انہوں نے اپنی زندگیاں صبر و استقلال سے گذاریں۔ اگر کوئی بزرگ اس جادۂ مستقیم پر ثابت قدم نہ بھی رہ سکے تو سرکارِ دو عالم نے بروقت سنبھالا دے کر پھر اسی راہ پر گامزن کر دیا ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل حکایت سے واضح ہوتا ہے۔

ایک دن ایک مسلم نوجوان جو بہت خستہ حال تھا۔ دربارِ رسالت میں حاضر ہُوا۔ اور کہنے لگا۔ اے خلقِ خدا کے سب سے بڑے محسن آپؐ نے جہان کے مفلس لوگوں پر کرم فرمایا۔ اور انہیں آقا بنا دیا۔ گداؤں کو بادشاہی دِلادی۔ اس سائل پر بھی کرم کی نگاہ کیجئے۔ غریبی نے میرا جینا محال کر دیا ہے۔ آپ میری اس خستہ حالی پر رحم فرمائیں اور بیت المال سے میری کچھ مدد فرمائیں۔

جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ سُنا۔ اُس سوالی پر ایک نگاہ ڈالی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح مانگ کر کھانا تیری بہت بڑی بے عزتی ہے۔ ہم ایسی مدد کے قائل نہیں ہیں۔ یہ کہا اور سرور عالمؐ نے اُسے اپنے پاس بُلایا۔ اُس کا کمبل لیا اور صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ کوئی ہے جو اِس کمبل کو خرید کر اپنے بھائی کی مدد کرے اور اپنے سر پر بھلائی کا سہرا باندھ لے۔

آخر کار کمبل دو درم میں فروخت ہوگیا آپ نے بازار سے ایک کلہاڑی اور ایک رسّی منگوائی۔ اور سوالی سے کہا کہ ہر روز جنگل سے لکڑی کاٹ کر لایا کرو۔ اور شہر میں جاکر فروخت کر دیا کرو۔ اس طرح تم پاکیزہ رزق سے اپنا پیٹ پال سکوگے یہ فرمایا اور سوالی کے حق میں دُعا کی۔

اس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس نوجوان کو گداگری کی ذِلّت سے بچایا۔ اور اُس کے تاریک دل کو روشن فرما دیا۔

اسی طرح چند ایک دوسرے بزرگوں کے سچّے قصّے کتاب تاریخ میں آئے ہیں۔ بعض صحابہ کرامؓ تو شروع ہی سے خودداری و استغنا کے راستے پر گامزن تھے۔ حضورؐ نے مہاجرین اور انصار کا بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ انصار نے کمال ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنا سب کچھ مہاجر بھائیوں کی نذر کرنا چاہا۔ مگر مہاجرین بھی ہم ایسے نہ تھے کہ احسانؐ و مروّت کا نا جائز فائدہ اُٹھاتے۔ بلکہ اکثر نے شکریہ ادا کرکے یہ کہہ دیا کہ ہمیں بازار کا راستہ بتادو۔ ہم خود تجارت کرکے بسر اوقات کرینگے۔

سبق

بھائیو! صحابہ کرامؓ ہمارے لئے یہ سبق چھوڑ گئے ہیں کہ ہم کسی حالت میں بھی اسلامی خودداری اور وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہر کام کو اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت ڈالیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

عزیز بھائیو! اب ہم آپ کو گداگری کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات سناتے ہیں۔

زبیر بن العوامؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا پشت پر لاد کر لائے اور ان کو بیچے اور خداوند تعالیٰ معاش کے اس ذریعہ سے اس کی عزت آبرو کو برقرار رکھے تو یہ بہتر ہے اس سے لوگوں سے بھیک مانگی جائے۔ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اور صدقہ اور سوال سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے۔ کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے اور دینے والا ہاتھ ہے۔ اور نیچے کا ہاتھ سائل کا ہاتھ ہے۔

ثوبانؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میرے ساتھ اس کا عہد کرے۔ کہ وہ لوگوں سے سوال نہ کریگا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہونگا ثوبان کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کہ میں اس کا عہد کرتا ہوں۔ اس کے بعد ثوبان کسی سے سوال نہ کرتے تھے۔

ابوذرؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو طلب فرمایا۔ اور مجھ سے اس کا عہد لیا۔ کہ تو لوگوں سے (کبھی) کوئی چیز نہ مانگ۔ چنانچہ میں نے اس کا اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر تیرا چابک بھی گر جائے (تو کسی سے نہ مانگ بلکہ) سواری سے اُتر اور خود اُٹھا

ان ارشادات گرامی سے واضح ہوتا ہے۔ کہ بھیک مانگنا کیسا بُرا کام ہے اس کے باوجود سب قوموں سے [illegible] بھکیاری مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ ہم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کو چھوڑ دیا ہے۔

جب گداگری ایسا بُری کام ہے تو یہ حکومت کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کا انسداد کرے۔ یہ جبھی ممکن ہوسکتا ہے کہ کام کرنے والوں کے لئے کام مہیا کیا جائے اور جو کام کرنے کے قابل نہیں۔ ان کے لئے محتاج خانے بنائے جائیں۔ جہاں حکومت کی طرف سے ان کی ضروریات زندگی پوری کی جائیں۔ اللہ تعالےٰ ہماری حکومت کو اس کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بدل اشتراک

سالانہ گیارہ روپے لعہ
ششماہی چھ روپے لٓ
فی پرچہ چار آنے ۴ر

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)